

انگریزوں سے جہاد حرام ہے۔ ابو الوہاب محمد حسین بن مالوی

حصہ اول

رسالہ

الاقتصاد فی مسائل الحیاء

جسکو

ابوسعید محمد حسین لاہوری ایڈیٹر رسالہ اشاعت السنۃ نے

تالیف کیا

انگریزوں سے جہاد حرام ہے۔ ابو الوہاب محمد حسین بن مالوی

مختلف فرقہ ماننے اہل اسلام کے خواص و عوام نے

پسند کیا

اور

پنجاب کے نامور و بلند رینڈ گنز چیرمین صاحب جہاد کو کسی ایسی اور غیر روپے نامی اسکا

ڈیڈیکٹ ہونا منظور فرمایا

اور

اس میں جہاد کی ایسی تحقیق و شرح ہوئی ہے جسکی نظیر اس وقت تک کسی کتاب
میں جو اسباب میں تالیف و مطبوع ہو چکی ہیں یا آئندہ لکھی
و کٹوریہ پریس میں چھپا

ناشر: مکتبہ الجمال چک ۱۱۱ تحصیل خانیوال - ڈاکخانہ جہانیاں منڈی ضلع ملتان

انگریزوں سے جہاد حرام ہے۔ ابو الوہاب محمد حسین بن مالوی

التماس

ناظرین! تمکین سحر اصل اصول مسائل رسالہ اقتصاد کی نسبت بحواب
استشہاد مندرجہ شمیرہ اشاعت السنۃ نمبر الجلد ۱۲ شہرہ نومبر ۱۳۳۶ء توافق رائے
ظاہر فرما چکے ہیں اب اس کے تفصیلی مسائل اور اس کے دلائل کی نسبت اپنا
توافق رائے ظاہر کریں اور اپنے نام نامی بخط واضح پوری تفصیل مقام خطاب و عہدہ
تحریر میں لک کر ہمارے بھیدین بہم ان لمون کو بشمول رسالہ اقتصاد دیا
بذریعہ اشاعت السنۃ گورنٹ میں پیش کرینگے اور سلطنت انگلشیہ کی نسبت
انکی وفاداری و اطاعت شجاری کو خوب شہرت دینگے
اور جنکو اس رسالہ کے کسی مسئلہ یا دلیل کی نسبت کوئی علمی یا مذہبی
اعتراض ہو وہ اپنے اعتراض سے مؤلف کو آگاہ کریں ان کے
اعتراض کا جواب جسطرح وہ چاہیں (حقیت جواب علانیۃ) دیا جائیگا اور
ان کے نام کا ہرگز کہہ دین ذکر نہ ہوگا۔

واللہ علی ذلک شہید و کفی باللہ شہیداً و کفی باللہ وکیل

حصہ اول

الاقتصاد فی مسائل الجہاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الهادي من استبداه الواقع من انقضاء والصلوة والسلام
 خدا کا شکر ہے جو عالم بیان ہدایت کو راہ دکھاتا ہے اور پرہیزگاروں کو عذاب سے بچاتا ہے اور
 علم رسولہ الذی تصد به بالحقیقۃ السچیۃ من بین جمیع من نباء و
 اُنکے رسول پر اسکی رحمت و سلام ہو حکم اُنکے اپنے تمام رسولوں سے یکسو و آسان دین سچ بتا
 علی آلہ واصحابہ الذین کمل شریعتہم امر ہشدد و ہشدد +
 فرمایا اور آپ کے آل اصحاب پر چمکے ذریعہ سے خدا نے اپنے ارشاد و ہدایت کو کامل کیا +
 اما بعد یہ رسالۃ الاقتصاد فی مسائل الجہاد میں دو غرض ہیں بشر نظر رکھ کر تالیف
 کیا ہے۔ اول یہ کرنا واقف اہل اسلام جہاد کے متعلق مسائل و شرط اسلام
 سے واقف ہوں اور اقوام غیر سے جنگ کرنے کو صرف اس نظر سے کہ وہ مخالف
 اسلام ہیں شرعی جہاد سمجھ کر اس میں شامل ہونے کو دین نہ سمجھ لیں۔ جب تک کہ اس
 جنگ میں اُن شرائط کا وجود جو شرعی جہاد کے لئے اسلام میں مقرر ہیں ثابت

تذکرین اور اس تحقیق شریط و علم مسائل کے ذریعہ سے وہ ہمیشہ بلوے و فساد سے بچے رہیں نہ اپنے جان و مال کو بے موقع تلف کریں نہ اور لوگوں کی ناحق خونریزی کریں۔ دوسری غرض یہ کہ اقوام غیر اور گورنمنٹ جسکے خل حمایت میں اہل اسلام ہند آباد میں اہل اسلام کی نسبت یہ گمان نہ کریں کہ صرف بد مخالفت کی نظر سے اقوام غیر کے ساتھ لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا اور لوگوں کو جبراً مسلمان بنانا اور زور و شمشیر سے اسلام پھیلانا ان کے مذہب اسلام کی ہدایت سے ہے ان دو تو غرضوں کا نتیجہ یہ ایک غرض ہے کہ حاکم و محکوم اور عام و علایا اور خاص اہل اسلام میں رابطہ اتحاد پیدا ہو اور ملک میں ہمیشہ امن و امان قائم رہے +

یہ رسالہ جسے مشاعرہ میں تالیف کیا اور اسمین علماء اسلام کی رائیں لینے اور ان کا توافق رائے حاصل کرنے کے لئے لاہور سے عظیم آباد پٹنہ تک سفر کیا اور اکابر علماء مختلف فرقہ رائے اسلام کو یہ رسالہ حرف بحرف سنا کر انکا توافق رائے حاصل کیا اور بعض بلاد ہند وستان و پنجاب میں (جہاں اقم خود نہیں جاسکتا) اس رسالہ کی متحد و کاپیاں بھیجا کر ان بلاد کے اکابر علماء کا اتفاق رائے حاصل کیا پھر مشاعرہ میں اس رسالہ کے اصل اصول مسائل کو ضمن ضمیر نمبر ۱۱ جلد ۲ رسالہ اشاعت السنۃ بعنوان ہستہاد عام لوگوں میں شائع کیا اور اس میں عام اہل اسلام کو ان مسائل میں اپنی آراء ظاہر کرنے کا موقع دیا

جس پر بہت سے مواضع ہندوستان و پنجاب کے (جہان) وہ ضمیمہ ہو چکا (صدہ)۔
 حوام و خواص نے اُن مسائل کی نسبت اپنا اتفاق اسلئے ظاہر کیا اور اصل سالہ
 ”اقتصاد“ کی طبع و اشاعت کی نسبت کمال شوق ظاہر فرمایا ان کے اس شوق کو
 بڑھانے اور عام ناواقفوں کے خیال میں ان مسائل کی خوبی جاننے کی نظر سے
 میں اس رسالہ کی طبع و اشاعت کو معرض التوا میں ڈالتا گیا اس اثنائ میں ان
 مسائل کا استحقاق بخوبی ہو گیا اور بلاد ان اہل اسلام کا شوق طبع رسالہ بھی اپنی
 حد کمال کو پہنچا اسلئے میں اب اس رسالہ کی اشاعت کو مناسب سمجھتا ہوں۔
 قبل بیان شروط و مسائل جہاد ایک تہید کا بیان ضروری ہے۔

وہ تہید یہ ہے

جہاد (جو اسلام و مسلمانوں میں ایک رکن عظیم مانا جاتا ہے) دو قسم ہے
 ملکی و مذہبی ملکی جہاد (جسکو ملکی لڑائی بھی کہا جاتا ہے) کے اصول و اغراض
 اہل اسلام کے نزدیک بھی وہی مقرر و مسلم ہیں جو ہر ایک صاحب شوکت قوم یا
 ریاست یا سلطنت میں تسلیم کئے جاتے ہیں یعنی اپنا (یا یوں کہو کہ اپنی قوم کا)
 ملکی وہ جہاد ہے جس سے ملک گیری مقصود ہو۔ مذہب مخالفین سے اسکو کوئی تعلق نہ ہو
 وہ مسلمانوں کے بھی ویسا ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ مخالفین اسلام سے۔ مذہبی جہاد وہ
 ہے جس میں مذہب اسلام کا تحفظ و نظر ہو اور وہ ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جو
 مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کریں اور مسلمانوں کو تکلیف دیں +

بول ملا چاہنا اور دوسروں کو اپنے ماتحت کرنا اور اس ذریعہ سے عامہ غلامی میں
حفظ و امن قائم کرنا اس جہاد (ایڑاٹھی) میں فریق مقابل کے مذہب کا ہرگز
لحاظ نہیں ہونا جو لوگ ذہنی شوکت اہل اسلام کی اطاعت سے خارج ہوں (مسلمان
ہوں خواہ اقوام غیر) ان سے وہ لڑتے ہیں چنانچہ عام اہل شوکت ایشیاء وغیر
اور مخالفین سلطنت سے لڑتے ہیں اور اپنی قومی جمعیت اور سلطنت قائم کرتے
ہیں اسی نظر سے اس جہاد کو ملکی لڑائی کہا جاتا ہے۔

ان اصول کی تسلیم و عدم تسلیم میں مسلمانوں اور اقوام غیر میں کچھ فرق نہیں
ہے ان فرق ہے تو اس قدر ہے کہ اور لوگ ان اصول و اغراض کو دنیاوی
سمجھتے ہیں۔ مسلمان اپنے اور امور دنیاوی رکھانے پینے خریدنے اور فروخت
کرتے) کی طرح ان اصول کو بھی داخل دین اور موجب ثواب سمجھتے ہیں اور
ان کے مذہب میں ان اصول کے قائم رکھنے اور ان اغراض کے پورا کرنا کی
بابت بھی ایسی ہی ہدایتیں آچلی ہیں جیسے کہ ان کے اور مذہبی اور دنیاوی
امور کی بابت ہدایتیں آچکی ہیں +

مذہبی جہاد (ایڑاٹھی) کے اصول اغراض حفظ و حمایت اسلام اور مدافعت ضرر
مخالفین اسلام ہے یہ ان مخالفین اسلام سے کیا جاتا ہے جو مذہب اسلام کے مزاحم
ہوں مسلمانوں کو مذہبی لحاظ سے ستاویں انکی مذہبی آزادی میں دست اندازی
کریں اس جہاد میں اپنے مذہب اہل مذہب کے بچاؤ و محافظت کے علاوہ دوسرے

مذہب والوں سے جا براءت مزاحمت کرنا (کیونکہ زبردستی مسلمان کرنا یا انکو پہلے
مذہب کی سزا دینا (لاڈا لیا لوٹ لینا) مد نظر و اصل مقصود نہیں ہوتا۔

ان دو تو قسم کے جہاد کے لئے مذہب اسلام میں ایسے شروط و مواقع مقرر
ہیں جنہیں سرسوتے بھی سمجھاؤں گے ان سے جہاد (ملکی ہو خواہ مذہبی) جہاد نہیں
ہوتا بلکہ فتنہ و فساد کہلاتا ہے +

ہم اس مقام میں ملکی جہاد کے شروط و مسائل سے تعرض کرنا نہیں چاہتے
اور نہ اسکی چند ان ضرورت دیکھتے ہیں صرف مذہبی جہاد کے احکام و
شرایط مع ان کے نتائج کے بعض چند مسائل بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمیں
ناواقف مسلمان اکثر احکام اسلام کا خلاف کرتے ہیں اور اسی میں ناواقف
اقوام اصل اسلام و مسلمانوں پر بظنی کرتے ہیں +

پہلا مسئلہ

مذہبی جہاد اصول مقاصد اور اصل مطالب خداوندی سے نہیں ہر مخلوق
کے پیدا کرنے اور انبیاء کے بھیجنے سے منظور الہی ہیں بلکہ اصل مقصود
پیدا ایش مخلوق و بعثت رسولوں سے خدا کی عبادت و ذکر ہے جہاد صرف
اس عبادت و ذکر کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے
جنوں اور آدمیوں کو کسی کام کے لئے بجز اپنی عبادت کے پیدا نہیں کیا
و ما خلقت الجن والانس الا اور فرمایا کہ ان کو بجز اس کے کچھ

لیعبدون (ذاریات ۳۶)
وما امروا الا لیعبدا الله مخلصین
له الدین حفظہ ویقیموا الصلوۃ
ویؤتوا الزکوۃ (نبیۃ ۱۶)
الذی خلق الموت والحیوة لیبیلکم
ایکم احسن عملاً (ملک ۱۶)
وفسر السنۃ ان افضل الاعمال و
اجہا الی الله العبادۃ والذکر فغن
بن مسعود رضی قال سالت النبی صلی
الله علیہ وسلم ای الاعمال احب الی
الله قال الصلوۃ لوقتها قلت ثم ای
قال قال لو الدین قلت ثم ای قال الجہاد
فی سبیل الله عز وجل الشیخان (مشکوۃ ص ۵)
وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله صلی
الا انبکم بخیر الاعمال وانزکھا عندک

کچھ حکم نہیں ہوا کہ وہ خدا کی خالص عبادت
کریں اور نہ ہی قایم کریں اور زکوۃ
دیں *

اور فرمایا خدا نے تم کو اسلئے پیدا کیا اور
یار تبارک ہے کہ تم میں سے نیکو کار معلوم ہوں
انحضرت صلعم نے اسکی تفسیر میں فرمایا ہے
کہ سب کاموں سے افضل خدا کی عبادت
ذکر ہے۔ ابن مسعود نے آپ سے پوچھا
کہ خدا کو سب عملوں سے زیادہ پیارا کونسا
عمل ہے تو آپ نے فرمایا کہ نماز اپنے
وقت پر رکھا پھر کون سا عمل آپ کو فرمایا
یا باب سے نیکی کرنا کہا اسکے بعد کونسا
عمل آپ نے فرمایا خدا کی راہ میں جہاد
کرنا۔ ابودرداء نے روایت کیا ہے کہ
انحضرت نے فرمایا کہ میں تم کو سب عملوں سے

۲۰ اس حدیث میں انحضرت نے جہاد کو (جو بلا شرط مقررہ جائز ہی نہیں) وقت پر
نماز پڑھنے اور یا باب کے ساتھ امان کرنے سے کم رتبہ ٹھہرایا *

بہتر اور خدا کو نزدیک پاکیزہ تر اور درجات
میں سب سے برتر اور چاندی مونا پیچ کرنے
اور دشمن سے لڑ کر اسکی گردن کاٹنی اور
اپنی کٹوانے سے بہتر نہ بتاؤں لوگوں
نے عرض کیا کیوں نہیں بتائے آپ نے
فرمایا وہ خدا کا ذکر ہے ۔

ابوسعید خدری نے روایت کیا ہے کہ
آنحضرتؐ سے کہتے سب عملوں سے افضل
اور درجہ میں بالاتر عمل کا سوال کیا تو آپؐ
ذکر کریمو النون کا حال بیان فرمایا سائل
نے پوچھا کہ وہ خدا کی راہ میں لڑنے والوں
جی بہتر ہے آپؐ نے فرمایا ہاں اگرچہ
لڑنے والا مشرکین پر تلوار توڑ دے اور
خون میں رنگا جائے تو بھی ذکر والا
اس سے افضل ہے ۔

عن فی درجۃ تکم وخیر لکم من
لغاق الذبۃ الفضۃ وخیر لکم
من ان تلحقوا عدوکم فتضربوا عنانہم
ویضربوا عنانکم قالوا بلی قال
ذکر اللہ عزہاء مالک واحمد والتعلی
(مشکوۃ ص ۱۹)

وعن ابی سعید الخدری عن رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سئل او الاھمال
فصل وارفع درجۃ عند اللہ یوم
القیۃ قال الذاکر من اللہ کثیراً والذاکر
قبلہ رسول اللہ ومن الغازی فی
سبیل اللہ قال یضرب بسیفہ فی الکفا
ولمشرکین حتی تنکسر یریحی غضبہ ما فان
بذکر اللہ افضل منہ درجۃ عزہاء
احمد والتعلی (مشکوۃ ص ۱۹)

ان ہی شرط سے جو جہاد کے لئے مقرر ہیں ۔ بلا وجہ شہر لٹا بھی جہاد شرعی نہیں

کہلاتا ۔ اور نہ اس پر حکی امید ہے ۔

وعن معاذ قال قال رسول الله صلعم
يا معاذ هل تدري ما حق الله على
عباده وما حق العباد على الله قلت الله
ورسوله اعلم قال قال الله على العباد
ان يعبدوه ولا يشركوا به شيئا وحق
العباد على الله ان لا يعذب من لا يشرك
به شيئا - رواه الشيخان - (مشکوٰۃ ص ۲۷)
وعن انس بن مالك قال قال رسول الله صلعم
من من بالله ورسوله واقام الصلوة
وصام رمضان كان حقا على الله ان
يدخله الجنة جاحدا في سبيل الله
او حليسا في ارضه التي ولد فيها قالوا
افلا ينشر به الناس قال ان في الجنة
ساية درجة اعدها الله للجهاديين التي
رواه البخاري - (مشکوٰۃ ص ۲۷)

معاذ بن جبل سے حضرت صلعم نے پوچھا کہ
کیا تو جانتا ہے خدا کا حق بندوں پر کیا ہے
اور بندوں کا حق خدا پر کیا ہے انہوں نے
عرض کیا کہ خدا اور رسول خوب جانتے
ہیں آپ نے فرمایا خدا کا حق بندوں پر
یہ ہے کہ وہ اسکی عبادت کریں اور اسکی
اسکا شریک نہ بنائیں اور بندوں کا
حق خدا پر یہ ہے کہ پھر وہ انکو عذاب
نہ کرے۔ ابوسہریرہ سے روایت ہے کہ حضرت
صلعم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی خدا اور رسول پر
ایمان لایا اور نماز روزہ کو اُسے ادا کیا
اسکا خدا پر حق ہو چکا کہ اسے بہشت میں
داخل کرے خواہ وہ خدا کی راہ میں لڑا
ہو خواہ اسی جگہ بیٹھ رہا ہوں جہاں پیدا
ہوا لوگوں نے عرض کیا کہ یہ خوشخبری

ہم کو گونیں بنا دیں آپ نے فرمایا بہشت میں سو درجہ ہیں جو مجاہدین کے لئے تیار
ہیں یعنی وہ جہاد کریں گے تو ان درجوں کو پائیں گے۔

س فقرہ اخیر حدیث ابو ہریرہ میں جو مجاہدین کے لئے بشارت وار ہے ایسا
تو جو اور روایات میں جہاد پر اجر و ثواب اور ترک جہاد پر ناخوشی اور وعید
مذابہ وار ہے ہمارے مسئلہ اول کے مخالف نہیں کیونکہ یہ اسی صورت
میں ہے کہ عبادت و ذکر سے مسلمان روکے جائیں اور جہاد کی ضرورت پڑے
چنانچہ مسئلہ دوم میں اسکی خوب تشریح ہوگی +

نتیجہ مسئلہ اولے

اس مسئلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام و ایمان کا کمال اور مسلمانوں کی
نجات جہاد پر موقوف و منحصر نہیں مسلمانوں کو اگر دین سے روک نہ تو صرف
عبادت سے ان کی نجات و کمال ایمان متصور ہے۔ لہذا اقوام غیر مسلموں
کی نسبت یہ گمان درجوان میں پکا اور مذہب کا ستچا ہو گا وہ اپنے مخالفین
مذہب سے جہاد کرنے کا ضرور ارادہ رکھتا ہو گا۔ محض غلط و بہتان ہے جو
مذہب اسلام سے ناواقفی پر مبنی ہے +

دوسرا مسئلہ

مذہبی جہاد اس غرض سے مشروع ہے کہ کافروں کو دنیا میں کفر کی سزا دیں

یہ کافر یعنی منکر ہے۔ اور یہ لفظ اس معنی کو نسبتی اور ایسا وسیع ہے کہ ہر ایک فرقہ کو بخود اشرع
کے جس سے وہ منکر ہو گا فرمایا جائے۔ حتیٰ کہ مسلمان خود اپنے آپ کو دوسرے مذاہب کا
کافر یعنی منکر کہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم اور انکو اصحاب اراخہ یعنی کوفہ کے کافر یعنی منکر ہیں
خدا نے فرمایا ابراہیم کو کہ کافر اور اشرع ہیں اسلام کو

کو تائید (صفحہ ۱۰) فقہی کتب الطائفت فقہیہ

اور اس غرض سے ہے کہ ان کو جبراً مسلمان کرین اس جہاد سے غرض جو خدا و رسول کی کلام سے سمجھ میں آتی ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کو مخالفین مذہب کی مزاحمت بیجا سے بچا دین اور خدا کی عبادت کا جو مخلوق کی پیداوار اور رسولوں کی بعثت سے مقصود خداوندی ہے (راستہ صاف کرین۔ اور اس راستہ سے روکنے والوں کو راستہ سے ہٹا دین حق تعالیٰ نے فرمایا ہے خدا کی راہ

میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور اس سے آگے نہ بڑھو خدا حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اور تو تم شمول ہو کر نقل فرمایا ہو کہ انہوں نے اپنی بی بی کو کہا ہم خدا کی راہ میں کیوں نہ لڑیں گے

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَفْتُلُوكُمْ
وَلَا تَعْتَدُوا ۚ (اللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ
(بقرہ ع ۲۴)

قَالُوا وَمَا لَنَا أَنْ لَا نقاتِلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَقَدْ أَخْرَجَنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَاءَنَا
(بقرہ ع ۳۲)

* ایسا ہی فتح القدیر حاشیہ پر بیان کیا ہے کہ جہاد سے مقصود صرف امتحان مسکفین ہی کہ

دین کو (یعنی اہل اسلام کو) عزت دینا اور ان کو

کفار کی تحریف سے بچانا اور ان کو مقصود ہے

خدا تعالیٰ کا یہ قول دلیل ہے کہ تم کفار کو تحریف سے بچانا

سے لڑو کہ مسلمانوں کو تحریف نہ ہو اور دین سے

خدا کا ہوا یعنی اسکا کوئی مزاحم نہ ہے)

المقصود منه (ای الجہاد) یعنی مجاہدۃ

المکلفین بل اعزاز الدین و دفع شر الکفار

عن المرءین بدلیل قوله تعالیٰ وَقَاتِلُوا

حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كَلِمَةً

(فتح القدیر جلد ۲)

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ
والمستضعفین من الرجال والولدان
الذین یقولون ربنا اخرجنا من ہذا
القریۃ انظلم اہلہا (نساء ۱۰۶)
ووالذین کفر من مکاکفرا فتکونون
سواء فلا تتخذوا منهم اولیاء حتی
یہاجر فی سبیل اللہ فان تولوا فخذوا
واقتلوہم حیث وجدتموہم ولا تتخذوا
منہم ولیاً ولا نصیراً الا الذین یصلون
الی قوم بینکم وبنیہم میثاقاً وجاؤکم
حصرت صدورہم از یقاتلوکم او
یقاتلوا قومہم ولو شاء اللہ لسلطہم
علیکم فلما تلوکم فان اعتزلوکم ولم
یقاتلوکم والقوا لیکم السلم فاجعل اللہ
لکم علیہم سبیلًا (نساء ۱۲۶)
الا تفعلون تکن قبضۃ فی الارض فساد
کیہر (انفال ۱۰۶)

جب ہم اپنی گمراہی اور اولاد سے نکال گئے
ہیں اور مسلمانوں کو نکال دیا گیا ہو کہ خود فرمایا تم کو
کیا ہوا ہے تم خدا کی راہ میں اور عیادت
لوگوں اور بچوں کے لئے جو کہتے ہیں خدایا
ہم کو اس ظالموں کی پستی سے نکال نہیں دیتے
اور فرمایا کہ اور اس کے اطراف کو کاڑھ دیتے
ہیں تم بھی ایسے ہی کاڑھ ہو جاؤ پس ایک عیسوی
ہو رہا ہو تم انکو دوست نہ بناؤ جب تک خدا
کی راہ میں مطلق نہ چھوڑیں لوگ (متہارک
و دشمن) متہارکی دوستی سے ہندو پیر میں تو
انکو بچو اور جہان پاؤ اور بخیران کہ متہارک
عہد پیمانہ الون سے جا ملین یا یہ تم سے اور تم سے
و دشمنوں کو تو سے لڑنیکو پسند کریں خدا چاہتا
تو انکو تم سے قطع کر دیتا اور وہ کسی لڑتے اب جو وہ سے
کناہ گزین ہیں اور تم سے نہیں لڑتے اور صلح پانچیم
دینی میں تو خدا انہیں نکال دیتا کہ تم سے نہیں لڑتے اور
فرمایا تم ظالموں کو لڑو اگر تو میں میں سے انہیں پسند کیا

ان الله يدافع عن الذين امنوا ان الله
لا يحب كل خوان كفور - اذن للذين
يقاتلون بانهم ظالموا وان الله على
نصرهم لقدير ان الذين اخرجوا من
ديارهم بغير حق الا ان يقولوا ربنا
الله ولولا دفع الله الناس بعضهم
ببعض لفسدت صوامع وبيع وصلت
ومساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا ط

والذين اذا اصابهم البغي هم ينتصرون
وجزاء سيئة سيئة مثلها فمن عفا
واسلم فالجدة على الله ان الله لا يحب
الظالمين (شورى اء ٤٠)

اور فرمایا خدا انسانوں سے ایذا کو روکتا ہے
وہ ناشکر خائنوں کو پست زمین میں گرتا جیسے
ظالم لوگ لڑتے ہیں انھوں نے مظلوم ہر ایک کے سبب
لڑنے کی اجازت ہے خدا انکی مدد پر قادر ہے
وہ لوگ جو اپنے گھروں کو خالی کر گئے ہیں
اسی بات کو سب کے انہوں نے کہا کہ ہمارا رب
الرحیم ہے۔ اور اگر خدا لوگوں کو الیکٹرک سے
بے نیاز کر دے تو گرجے (عیسائیوں کے چرچ)
یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی
مسجیدیں جنہیں خدا کا نام لیا جاتا ہے ہی
ڈھائی جاؤں اور خدا انہیں نیک لوگوں کی تشریف
میں فرمایا ہے جب انہیں کوئی سرکشی کرنا ہے تو وہ
بدلتے ہیں اور انکی کابلہ ہر ایک کے سامنے

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي
 دِينٍ وَلَمْ يَخْرُجُوا كُفْرًا ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ
 عَلَيْهِمْ فِي الْقَتْلِ وَالنَّفْسِ طَوَائِفًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَبَّحَ
 الْمَقْصُوتِينَ ۚ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ
 قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوا كُفْرًا ۚ بِمَا كُنتُمْ
 تَعْمَلُونَ ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّهُ لَا يُقَاتِلُوكُمْ
 مِنْ بَيْنِهِمْ قَائِلًا تِلْكَ هُمُ الظَّالِمُونَ -

(الممتحنہ ۲۶)

کرے اور سنو اسے اسکا اجر خدا پر ہے
 خدا ظالموں سے خوش نہیں ہے اور
 فرمایا خدا تمکو ان لوگوں سے سلوک و
 احسان کرنے سے مانع نہیں جو تم سے
 دین کے سبب نہیں لڑے اور تم کو
 تمہارے گہروں سے نہیں نکالا خدا
 انصاف والوں سے خوش ہے تم کو
 انہی لوگوں کے ساتھ سلوک اور دوستی

سے خدا روکتا ہے جو تم سے دین کے سبب لڑتے ہیں اور تمہارے دشمنوں کو
 تم پر دوسے پکے ہیں جو ان کو دوست سمجھیں گے وہ ظالم ہیں *
 ان آیات میں صاف صاف بیان ہوا ہے کہ یہ جہاد اسی غرض سے شروع
 ہوا ہے کہ مسلمان آزاد سی سے خدا کی عبادت کریں اور ان کے مخالف انکو
 عبادت وغیرہ شعار اسلام سے نہ روکیں اور وہ انہی لوگوں سے مخصوص
 ہے جو مسلمانوں سے لڑیں اور ان کے مذہب میں دست اندازی کریں *
 اس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور بھی تشریح سے
 بیان کیا ہے اور ان لوگوں کو مذہبی جہاد و قتل سے مستثنیٰ کر دیا ہے
 جنہے مسلمانوں کے ساتھ لڑنے اور ان کے مذہب دست اندازی کرنے کا

اندیشہ نہیں ہے *

از انجملہ اقوام غیر کی مستورات میں جو لڑائی میں شریک و معاون نہوں
اور کسی کے ذہب سے تعرض نہ کریں۔

از انجملہ ان کے بڑے لوگ ہیں جنکو لڑنے یا لڑانے سے بحث نہ ہو۔
از انجملہ چرچوں کے گوشہ نشین لوگ جنکو اپنے ذکر و شغل سے مطلب ہو
نہ کسی کے ذہب سے

از انجملہ قلی لوگ جنکو اپنی مزدوری سے کام ہوتا ہے نہ کیلے کفر یا اسلام سے
از انجملہ وہ لڑکے جو لڑائی کے لائق نہیں ہوتے باوجود دیکہ وہ کفر کے عقاید
رکھتے ہیں چنانچہ حضرت رباح (یا رباح) سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ایک لڑائی میں ایک عورت کو مقتول پایا تو یہ

ارشاد فرمایا کہ یہ تو لڑائی نہ کرتے تھے
(یعنی اسکو کیوں مارا) اس لڑائی میں
کہاں انصر خالد بن ولید تھے ان کو حکم
دیدیا کہ نہ کسی عورت کو ماریں نہ کسی کو
ایسا ہی حضرت ابن عمر سے مروی ہے
اور حضرت انس سے روایت ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

فمن الرباح بن الربیع قال کنا مع رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی غزوة ففرای
الناس یجمعون علی شئ فبعث رجلاً
فقال انظرو ما یجمع هؤلاء فمجاہ فقال
علی امرة فقتل فقال ما کانت هذه
قاتل قال وعلی المقدمہ خالد بن
النول فبعث رجلاً فقال قل لخالدا

تحتل امرئ ولا عیفاً (رواہ ابو داؤد
صحیح ۲ وابن ماجہ ۵۲)

وعن ابن عمر قال وجدت امرئ مقتولاً
فی بعض معازی النبی صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم قتی عن قتل النساء الصبیات
(رواہ البخاری ۲۴۴۴ ومسلم ۲۵۳۲)

وعن انس بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم لا تفتلوا شیخاً ذنباً ولا طفلاً
صغیراً ولا امراً الحدیث (رواہ ابو داؤد
صحیح ۱۰۱۰۰ - وعن برویة کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تفتلوا
ولیداً الحدیث (رواہ مسلم ۵۲۳۲)
وعن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تفتلوا
الولدان ولا اصحاب الصوامع (رواہ
احمد کذا فی الدر لمیری والنیل) وقد
استغفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومنع امتہ عن قتل

ارشاد فرمایا کہ نہ بہت بڑھے کو (یعنی
جو لڑائی کے کام کا نہ ہو) ماریو نہ
لڑکے کو نہ عورت کو ایسا ہی ہر ایک
کمان انسر کو حکم دیتے جب اسکو لڑائی
میں بھیجتے چنانچہ بڑیدہ نے آپ سے
روایت کیا ہے اور حضرت ابن عباس
نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ بچوں کو
نہ بوڑھوں کو جو صومعوں

(چہ چون) میں بھیجتے ہیں یہ بھی وجہ
ہے کہ جب آپ کسی قوم پر چڑھائی کرتے
تو وقت صبح کے نظر رہتے۔ پھر
جب وہ ان سے اذان صبح کی آواز
سننے تو ان پر حملہ کرنے سے رک جاتے
یہ حضرت انس نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اور حضرت حماد بن زنی
نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو

احد من اهل قرية يري فيها مسجد
او يسمع منها صوت اذان - فحق النس
ان النبي صلعم كان اذا اغتذى بناقماً
لم يكن يغترب من اهل بيعة وينظر في ان
سمع اذا ناكف عنهم الحديث رواه
البخاري (ص ۱۸) وعن عاصم المزني
قال بعثنا رسول الله صلى الله عليه و
آله وسلم في سرية فقال اذا رايتم
مسجداً او سمعتم موزناً فلا
تصكوا الحداً (رواه ابو داود وصححه
الترمذي ص ۱۸)

ایک لڑائی میں پہچان کر لی کہ یہی مسجد
کو دیکھا کہ جہان تم کوئی مسجد دیکھو یا اذان
کی آواز سنو وہاں کسی کو نہ مارو نہ
وہاں کا فوج بھی رہتے ہوں تو ان کو نہ مارو
کیونکہ وہ مسلمانوں کو مسجد بناتے اور
اذان کہنے سے مانع نہیں تو بجا
غریب قتل کے مستحق نہیں)۔

ان اقوال نبوی سے مطلب آیات قرآن
کی جو معنی بیان کیا ہے خوب تشریح ہوئی
اور یہ بات ثابت ہو گئی کہ مذہبی جہاد
مسلمانوں سے مذہبی روک ٹوک ہٹانے کو

ہے نہ کافروں کو دنیا میں نہ کفر پہنچانے کو۔ یہ ہوتا تو حکم قتل و جہاد لڑنے والے
کفار سے مخصوص نہ ہوتا۔ یہی کافروں (بذھلہ - عورتوں - قلیوں - ہائیرتھن
خاندانینوں - مسجدوں اور اذانوں سے تعرض نہ کرنے والوں) کو منع کرنا
حکم ہوتا۔ علی الخصوص باہیون اور چچ والوں کو جو مذہب عیسائی کے لیڈر تھے
آب رہا ثبوت اس امر کا کہ یہ جہاد کافروں کو جبراً مسلمان بنانے اور زبردستی
دین اسلام پھیلانے کے لئے نہیں ہے سو دلائل قیل سے بخوبی ہوتا ہے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کیا تو لوگوں کو بُرستی
مسلمان بنانا چاہتا ہے۔ اور فرمایا دین
میں بُر رستی نہیں ہے۔ ہدایت مگر اسی
سے متاثر ہو چکی ہے۔

ما تَنكِرُ النّاسَ حَتّٰى يَكُونُوا
مُسْلِمِينَ۔ (یوسف ۱۰۰)
لا تَرَى الدِّينَ قَبْلَ الدِّينِ الرَّشَدُ مِنَ الْغَيِّ۔
(نفس ۳۶۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ان آیات کے بیان شان نزول میں فرمایا ہے کہ انصار میں کوئی
عورت لا ولد ہوتی تو وہ بیہ منت مانتی کہ
اگر میرا بچہ زندہ رہا تو میں اسکو یہودی
بناؤں گی۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہودی نبی نصیر کو (جو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتے) اطراف
مدینہ سے جلا وطن کرنا چاہا تھا تو ان
بچوں کی نسبت یہودیوں اور انکے
وارثوں (انصار) کا جھگڑا ہوا۔ انصار
نے یہ دعوے کیا کہ یہ ہماری اولاد
میں ہم ان کو جاننے نہیں گے اس پر
یہ نکات نازل ہوئے یہ یہودی اود کی
روایت ہے تفسیر معالم میں کہا ہے

سروی ابن جبیر عن ابن عباس یقال
كانت امّیة تكون مقبلة ففعل علی
نفسه بالاعاش لاولاد ان یہودی
قالوا اجلبت بنو النضر كان فیہم من انہاء
الانصار فقالوا لا ندع ابناعنا فازل
اللہ عزوجل لا کراہ فی الدین قد تبین
الرشد من الغی زروا ابو داؤد ح ۴
نزل فی المعالم فقال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم قد خیر
اصحابکم فان اختاروکم فہم منکم
وان اختاروہم فاجلوہم معہم
وقال مجاہد کان الناس متضעים

فی الیہود من الاوس فلما امر البنی
صلی اللہ علیہ والہ وسلم باجلاہ
بنی النضیر قال الذین کانوا مشرکین
فیہم لتذہبن معہم ولتذینن بہم
فمنعوا ہذا اہلہم ففرزت لاکراو
فی الدین الخ (معالم ص ۱۳۳)

کہ اس موقع پر آنحضرت علیہ السلام علیہ
السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں کو اختیار
مل گیا ہے یہ تکوید کریں تو تم میں سے
ہیں۔ یہودیوں کو پسند کریں تو ان کے
ساتھ یہ بھی جلا وطن ہوں۔
اس تفصیل سے صاف ثابت ہوتا ہے

کہ جبراً مسلمان کرنا خدا کو پسند نہیں ہے۔ یہ ہوتا تو جبر کا یہ عمدہ موقع تھا ان
انصار کے لئے کہ ان کو اپنے پاس رکھ لیتے کا بظاہر خاصہ بہانہ تھا۔ ان مسائل کے
شواہد آمدہ مسائل کے ضمن میں بھی آویں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

نتائج مسئلہ دوم

مسئلہ دوم اور اسکے دلائل آیات و احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
اقوام غیر کا مذہب اسلام کی نسبت یہ گمان کہ وہ صرف مذہبی ناگواری سے لڑنا
سکتا تھا اور جبراً اپنی تسلیم و اشاعت چاہتا ہے غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی
(۲) ایسا ہی بعض ناواقف مسلمانوں کا ہر ایک مخالف مذہب سے صرف
مخالفت مذہبی کی نظر سے لڑنا اور ان کے جان و مال سے تعرض کرنا (جیسا
کہ سرحدی ناواقف مسلمانوں کا دستور ہے) غلطی ہے اور ناواقفی پر مبنی
(۳) جو مخالفین اسلام کسی کے مذہب سے تعرض کرنا جائز نہ سمجھتے ہیں۔ اور اس

امر کو خواہ بمقتضای سے ممانعت خواہ بربادیت مذہب خواہ بحکم عقل و اصول
سلطنت بہت بُرا سمجھیں (جیسا کہ برٹش گورنمنٹ کا حال و حال ہی اتنے مذہبی
جہاد کرنا ہرگز جائز نہیں) *

تیسرا مسئلہ

جس شہر یا ملک میں مسلمانوں کو مذہبی فراہم اور کرنے کی آزادی حاصل ہو
وہ شہر یا ملک دارالحرب نہیں کہلاتا۔ پھر اگر وہ دراصل مسلمانوں کا ملک
یا شہر ہو اقوام غیرتے امیر تغلب سے تسلط پالیا ہو (جیسا کہ ملک ہندوستان
ہے) تو جب تک انہیں ادائے شہر یا اسلام کی آزادی ہے وہ بحکم حالت
قدیم دارالاسلام کہلاتا ہے اور اگر وہ قدیم سے اقوام غیر کے قبضہ تسلط
میں ہو مسلمانوں کو ان ہی لوگوں کی طرف سے ادائے شہر یا مذہبی کی
آزادی ملی ہو تو وہ بھی دارالاسلام اور کم سے کم دارالاسلم والا مان کے
نام سے موسوم ہونے کا مستحق ہے۔ ان دونوں حالتوں اور ناموں کو وقت
اس شہر یا ملک پر مسلمانوں کو چڑھائی کرنا اور اسکو جہاد مذہبی سمجھنا جائز نہیں
ہے۔ اور جو مسلمان اس ملک یا شہر میں با امن رہتے ہوں انکو اس ملک یا
شہر سے ہجرت کرنا واجب نہیں بلکہ اور ملکوں یا شہروں سے (متبرک
کیون نہوں) جہاں انکو امن و آزادی حاصل نہ ہو ہجرت کر کے اس ملک
میں آ کر نامو جب قربت و ثواب ہے *

اس شہر یا ملک پر چڑھائی نہ کرنے کے دلائل میں سب سے دوم
کفر چلے مین کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوئی مسجد دیکھتے یا وہاں
سے اذان کی آواز سنتے وہاں حملہ کرتے اور نہ اس حملہ کی اجازت دیتے۔

اس شہر یا ملک کو دارالاسلام کہنے کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ
ایک دفعہ دارالاسلام ہو چکا اور اسلام کے تسلط میں آچکا ہے تو جب تک
جملہ شعائر اسلام اس سے موقوف نہ ہوں وہ دارالحرب یا دارالکفر کہلائے تو
اس میں اسلام پر کفر کا غلبہ تاثیر ثابت ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
چنانچہ بخاری نے بطور تعلیق - اور دارقطنی نے یہ سند موصول روایت کیا
ہے کہ اسلام غالب ہے - کفر اسلام پر

الاسلام یعلو ولا یصلی۔

(بخاری ص ۱۸)

غالب نہیں ہوتا - اور یہی فقہاء حنفیہ کا
قول ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری اور
فصول عمامہ وغیرہ میں کہا ہے کہ دار
الاسلام کہی دارالحرب نہیں ہو سکتا
جب تک کہ شعائر اسلام سے ایک نصلت کا
وجود بھی وہاں ہے - ایسا ہی امام
ماوردی نے کہا ہے ان کا قول
غرض یہ خاتمہ شواہد مسئلہ سوم میں منقول

ان دارالاسلام لا یصیر دارالحرب
اذا بقی شی من احکام الاسلام وان
زال غلبۃ اهل الاسلام ذکر سید
ناصر الدین فی المنشوران دارالاسلام
انما صارت دارالاسلام بالجلاء احکام
سلام فما بقی علقہ من علائق الاسلام
بہر حج دارالاسلام فصول عمامہ وغیرہ

ہوگا +

دوسری صورت میں اس ملک کے دارالاسلام یا دارالامان ہونا اور متبرک و مقدس مراضہ چھوڑ کر اسکی طرف ہجرت کرنے پر دلیل یہ ہے کہ جناب رسالت آپ کے

زمانہ میں ملک حبشہ عیسائی بادشاہ کے قبضہ و تسلط میں تھا اور دین اسلام کا وہاں نام و نشان نہ تھا اور مکہ مکرمہ آپ کا اور سبھی مسلمانوں کا مسکن اور قدیم سے متبرک و مقدس مکان تھا۔ لیکن انہیں مسلمانوں کو کفار بہت ستاتے تھے اور انکی دین میں بیجا مزاحمت کرتے۔ اور بادشاہ حبشہ باوجود عیسائی ہوئیے کسی سے تعرض و ظلم کو پسند نہ کرتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ حبشہ کا بادشاہ تنہا آدمی ہے وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور اس کے

قال اهل التفسیر انتم تفتنوا اهل مدین من دینهم فوشب کل قبیلۃ علی من بینا من المسلمین یؤذونہم ویعذیونہم فافتن من افتن وعصا اللہ منہم من شاء وصنع اللہ تعالیٰ رسولہ بعدہ ابی طالب فلما لرای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بابا صحابہ ولہ یقدر علی منہم ولہ یومر بعدہ بالجہاد ادرہم بالخروج الارض الحبشہ وقال ان بہا ملک صالحا لا یظلم ولا یظلم عندہ احد فاخرجوا الیہ حتی یحیی اللہ للمسلمین فرجا ولہا دینا النجاشی و اسمہ صمخہ و هو بالحبشہ عطیتہ

والصالحات فی سبیل اللہ کقولہم قص
وکسری فخرج الیہا سرا احد عشر رجلاً
واربع نسوة وهم عثمان بن عفان
وامرئۃ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم و زید بن العوام
وعبد اللہ بن مسعود وعبد الرحمن
بن عوف والوحدیفہ بن عنبسہ و
امرقۃ سہلۃ بنت سہیل بن عمرو
ومصعب بن عمیر والوسلہ بن
عبد الاسد وامرئۃ ام سلمۃ بنت
ابی امیہ وعثمان بن مظعون وعامر
بن زبجۃ وامرئۃ ام لیل بنت ابی الحکمۃ
وحاطب بن عمرو وسہیل بن
بیضاء فخرجوا الی الحبشۃ اخذوا
سفینتہ لے ارض الحبشۃ بنصف
دینار و ذاک فی رجب فی سنۃ
الخامسۃ من بعث رسول اللہ

ملک میں کوئی اور کسی پر ظلم کرتا ہے۔
تم وہاں چلے جاؤ تو امید ہے امن و
خلاصی پاؤ گے۔ اس ارشاد نبوی کے
موافق گیارہ آدمی اعیان صحابہ نے
جن میں حضرت عثمان اور آپ کے حرم
محترم رقیہ بنت جبر رسول اللہ اور حضرت
زبیر و حضرت ابن مسعود و حضرت
عبد الرحمن بن عوف وغیرہ شامل تھے
حبشہ کی طرف ہجرت کی یہ پہلی ہجرت
حبشہ ہے۔ ان کے بعد حضرت جعفر
بن ابی طالب وغیرہ صحابہ مکہ چھوڑ کر
حبشہ میں پہنچے یہاں تک کہ بیاسی
مسلمان اکابر وہاں جمع ہوئے اور
تقریباً چودہ پندرہ سال وہاں رہے
باوجودیکہ ان کی ہجرت سے نوین
سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مدینہ پہنچ چکے تھے اور وہاں اجماع

وہذا الحجۃ الاولی ثم خرج جعفر بن ابی طالب واتباع المسلمون الیہا وكان جمیع من ہاجر الی الحبشة من المسلمین اثین وثمانین رجلاً سوی النساء والصبیان - (معالم التنزیل ص ۲) ومثله فی شرح المقطلا فی جلد ۶ ص ۲۳۳ وبعض القصص فی صحیح البخاری ص ۲۵ و ص ۶ وفي شرح القسطلا فی ص ۲۳۳ جلد ۶ - وکتب لہ صلعم کتاباً باید حرہ قیہ الی الاسلام مع عسکر ابن امیۃ سنۃ سرت من الحجۃ واسلمہ علیہ ید جعفر بن ابی طالب -

مستطاب ہو کر ہر واحد کی اراۓوں میں گفتار کو شکست دے کر دینیہ طیبہ کو کامل دارالاسلام بنا چکے تھے اور حبشہ اوسی طرح نصاری کا ملک تھا۔ کیونکہ ہجرت نبوی کے چھٹے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجاشی شاہ حبشہ کو اسلام کی طرف بلایا اور اسنے اسلام قبول کیا۔ اسپر بھی پانچ چھ سال اس ملک نصاری میں رہے ہجرت نبوی کے چھٹے سال کے خاتمہ پر ساتویں کے شروع میں دینیہ طیبہ میں پہنچے ۔

یہ حالات ہجرت کتب حدیث

صحیح بخاری قسطلا فی شرح بخاری وغیرہ اور تفاسیر معالم وغیرہ میں تفصیل مذکور ہیں۔ اس اجمال سے جو سمجھ بیان کیا ہے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جس شہر یا ملک میں (زیر حکومت مخالفین مذہب کیوں نہ ہو) مسلمان شہر مذہبی آزادی کی اداسے کر سکین وہ دار الحرب نہیں ہے دارالاسلام ہے یا کم سے کم دارالاسلم

والا مان مسلمانوں کو مقدس اور تبرک بلاوسے (اگر وہ ان لمن نہ پادین) ہجرت کر کے ان میں رہنا جائز و ضروری ہے انکو چھوڑ کر مقدس شہروں میں (اگر وہ ان لمن نہ ہو) جارہنا واجب یا جائز نہیں +

اسی نظر سے اکابر صحابہ حضرت ابن عمر و عائشہ صدیقہ نے فتح مکہ کے بعد

جبکہ ہر جگہ امن قائم ہو گیا تھا ہجرت کو

غیر ضروری کہا اور صاف فرما دیا

تھا کہ ہجرت کا حکم اس وقت محتاج ہے کہ

مسلمان اپنے دین کو بہکائے لے لے پھرتے

تھے۔ اس خوف سے کہ وہ دین کے

سبب فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔ آج

اسلام کو خدا نے غلبہ دیا ہے (یعنی

کوئی کسی مسلمان کو اسلام کو سبب تکلیف

نہیں پہنچاتا) آج مومن جہاں چاہے

خدا کی عبادت کرے۔ قسط لانی تے

شرح بخاری میں اس حدیث کے ذیل میں

کہا ہے کہ امام ماوردی نے فرمایا ہے

جب مسلمان کو کفار کے شہر میں اظہار

ان عبد الله بن عمر كان يقول لا هجرة

بعد الفتح وحدثني الاوزاعي عن عطاء

بن ابی رباح قال نزلت عائشة مع

عبيد بن عاصم الليثي فسالناها عن

الهمجرة فقالت لا هجرة اليوم كان

المؤمنون يفر احد همد بن يثبه الى

الله والى رسوله مخافة ان يفتن

عليه فاما اليوم فقد اظهر الله الاسلام

واليوم يعبد ربه حيث شاء (بخاری

ص ۱۵۵) قال القسطلانی فی شرح

المختاری فقد اظهر الله الاسلام

وفست الشرائع والاحكام - يعبد

ربه حيث شاء فالحكم يدوم مع

<p>دین پر قدرت ہو تو وہ شہر دار الاسلام ہو جاتا ہے اس میں رہنا اور بلاد (اسلامیہ) کی طرف جو کچھ فیہ افضل ہے کیونکہ وہ ان بے مین اور لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا متوقع ہوتا ہے +</p>	<p>من ذل لما وردی اذا قدر علی اہلہ مدین فی بلد من بلاد الکفر فقد صارت البلد بے داما الاسلام کا اقامت فیہ افضل من الی حلیۃ لما یترجی من دخول غیرہ فی الاسلام</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ان اقوال میں بھی چارے بیان کی تائید پائی جاتی ہے۔ فلقد الحمد

مسئلہ سوم کے متعلق

(۱) اس مسئلہ اور اسکے دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دار الاسلام ہے۔ اسے کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا ہندی سودان ہو یا خود حضرت سلطان شاہ ایران ہو خواہ امیر خراسان مذہبی لڑائی و چڑائی کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲) اس زور و شور کی شہادت کتاب و سنت و اقوال علماء امت کے ساتھ اقوام غیر مسلمانون پر یہ گمان کہ جب قابو پائیں گے گورنمنٹ سے مقابلہ پر آمادہ ہوں گے کمال درجہ کی سینہ زوری و افترا پر دازی ہے یہ مسلمانون میں جب تک قرآن و حدیث و فقہ کا عمل جاری ہے کائنات سے یہہ امر ہرگز سرزد نہ ہوگا +

ان کوئی مکملین کی طرح جسے عیسائی ہو کر اپنے ہم مذہب اور ہم قوم ملک پر

گوئی چلائی تھی مسلحہ الحواس ہو جائے اور دین اسلام کا پاس چھوڑ دے تو اسکا کوئی ذمہ دار نہیں ہے +

چوتھا اور پانچواں مسئلہ

(۴) جن لوگوں سے اسلام میں لڑائی اور مذہبی جہاد کرنے کا حکم اچکا ہے اُنہی بھی مسلمانوں کو صلح کر لینے اور جیت تک وہ مناسب سمجھیں لڑائی موقوف کر دینے کی اجازت ہے +

(۵) اس عہد و صلح کے بعد عہد کو پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور مدت عہد میں اُن سے لڑنا اور در صورت خوف عہد شکنی جانب ثانی سے بلا نسخ عہد و اعلان فتح اُن پر حکم کرنا حرام ہے +

جواز عہد و مصالحت کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اگر تیرے دشمن و دان جنھا المسلم فاجتہ لہا و توکل علی اللہ - (النفال ۸۶)

مقاتل تجھ سے صلح کی درخواست کریں تو تو بھی صلح کی جانب مائل ہو +

اس قول خداوندی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کا عمر بھر کا عمل رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے کفار کے ساتھ غلبہ پانے کے بعد اور غلبہ سے پہلے صلح کی ہے اور مسلمانوں کے اتفاق سے یہ مصالحت ثابت و جائز ہے +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال کفار مکہ کے ساتھ صلح

عن المسور بن مخرمة وحدثنا الخليل
انهم اصطلموا على وضع الحرب شريطين
يا من فيها الناس وعلى ان يبيتا عيبه
مكفوفة وانه لا اسلال ولا اغلال -
(ابوداود ص ۶۶) فقال النبي صلى الله عليه وسلم
على ان تخلوا بيتنا وبيتنا البيت فخطب
به فقال سهيل والله لا تغدث العرب
اذا اخذنا فاعطت ولكن ذلك من
العام المقبل فكتب فقال سهيل وعلى
انه لا ياتيك من اجل وان كان على
دينك الا رددة الينا قال المسلمون
سبحان الله يريد الى المتكررين وقد جاء
مسلياً فبينما هم كذلك اذ دخل
ابو جندل بن سهيل بن عمرو
يوسف في يثود وقد خرج من
اسفل مكة حتى مره بنفسه بلين

کی۔ اور یہ بات قرار پائی کہ دس برس تک لڑائی بند رہے۔ اسمین لوگ امن
پالین اور بغیر پاسار لڑائی کا ڈھبکا
ہے نہ اسمین چھپی خیانت بروز ظاہری
وفا۔ اس صلح میں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کفار مکہ کی ایسی سخت
شرطیں مان لیں جن میں نپا ہر
اسلام کی نہایت خفت تھی اور مسلمانوں
کی شکست۔ ارا بخلمہ یہ کہ اس سال مسلمان
کعبہ کا حج نہ کریں اور ارا بخلمہ یہ کہ
کا فردن میں سے کوئی مسلمان ہو کر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو اسکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس کریں مسلمانوں
سے کوئی مرد ہو کر مکہ میں چلا جاوے
تو کفار مکہ اسکو واپس کریں اس شرط
لکھنے کے اثنا میں ایک شخص (ابو
جندل نامی) وکیل شریکین مکہ کا بیٹا
زنجیرون میں گستاہوا آنحضرت کے

اظهر المسلمین فقال سبیل هذا یا محمد
 اول ما اقاخیات علیہ ان تردہ
 الی فقال النبی صلعم انا لم نقض
 الکتاب بعد قال فواللہ اذن لا اصاب
 علی شیء ابدا فقال النبی صلعم فاجزء
 لی فقال ما انا بمجیز ذلک قال بے
 فافعل قال ما انا بفاعل قال مکوز
 بے قد اجزاه لک قال ابو جندل
 ای معشر المسلمین ارد الی المشرکین
 وقد حبت صلعم ان ترون ما قد
 لقیتم وکان قد عذب عذابا
 شديدا الحدیث (بخاری ص ۲۸)
 وکان رسول اللہ صلعم علیہ وسلم
 لما ظهر علی خیمہ ابراد اخراج الیہود
 منها وکانت الارض حنین ظہر علیہ اللہ
 ولہ رسولہ والمسلمین فامر باخراجه الیہود
 بہا فالت الیہود رسول اللہ صلعم

پاس پہنچا اور اس کے واپس کرنے
 پر حضرت عمر وغیرہ مسلمانوں نے بہت
 بیچ و تاب کھایا اور آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے بھی وکیل
 مشرکین سے اس شرط سے اس شخص
 کے سستے کرنے کو بہت چاہا آخر
 وکیل مشرکین کے نہ ماننے پر آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اسکو
 واپس کر دیا ۛ

خیمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فتح کیا اور یہود کو اس میں سے
 نکالنا چاہا تو انہوں نے اس شرط پر
 صلح کی درخواست کی کہ ہم اسی جگہ
 رہیں گے اور پیداوار اراضی ت
 نصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 آنحضرت نے اسکو قبول کیا اور یہ
 فرمایا کہ جب تک نہ لے چاہا (یعنی

یقرضہم بہ اعلیٰ ان یکفوا عملہا ولہم
 نصف النفر قال لہم رسول اللہ نفر کھ
 بہ اعلیٰ ذلک ما شئنا فقر وہا ہادی
 اجلاہم عمر الی یتما ووارثہا
 (بخاری ص ۳۱۵)

عن ابن عباس قال صالہ رسول اللہ
 اہل نجران علی الفحلۃ النصف فی صغر
 والنصف فی حبشہ ووزنہا المسلمین
 عاریۃ ثلاثین درعاً وثلاثین فوسا
 وثلاثین بعیراً وثلاثین من کل
 ضعیف من اصناف السلاح یغزون
 بہا المسلمون غنائمہا لہا حتی یردوا
 علیہم ان کان بالہن کید ذات غلہ
 علی ان لا یتہدہم لم بیعۃ ولا یخرج لہن
 ولا یفتنوا عن دینہما المریدتوا
 حدیثاً او یاکلو الربا قال امحیل
 فقد اکلوا الربا (ابن ماجہ وصحیح ۲)

ہم کو مناسب نظر آیا کہ تکو یہاں رہنے
 دین گے پھر وہ اسی شرط پر وہاں
 رہے یہاں تک کہ خلافت عمری میں
 وہاں سے جلا وطن کئے گئے +

نجران کے عیسائیوں سے
 آپ نے اس شرط پر صلح کی کہ وہ
 سالانہ دو ہزارہ جوڑہ کپڑوں کا بطور
 تحس میتے رہے اور تیس زرہ اور
 تیس گھوڑے اور تیس اونٹ
 اور تیس ہتھیار لڑائی کے لئے بطور
 عاریت دیتے رہیں جن کو حکامان
 بعد کار براری واپس کر دین گے
 ان کے حق میں مفید یہ
 شرطیں بھی ہوئیں کہ ان کے
 صوامع (چرچ) وگراے جائیں
 اور نہ ان کے علماء وکلمے جائیں اور
 نہ انکو دین سے کوئی روک ٹوک ہو

جنگ کرو نہ نئی باتیں نہ نکالیں اور شہر نہ لیں *

ان دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جن کافروں سے جنگ و مقابلہ ہوا ہے صلح کر لینی بھی جائز ہے (گو اس صلح میں بعض وجوہ سے مسلمانوں کا نقصان ہوا اور کافروں کا فائدہ) اگر مصلحت وقت اس صلح کی مقتضی ہو۔ اور غام نفع اہل اسلام اس میں متعین ہو۔

صلح و عہد کے بعد غدر نہ کرنے کے دلائل کتاب و سنت میں بکثرت وارد ہیں خدا کا یہ قول پر ضمن دلائل مسئلہ اول نقل ہو چکا ہے کہ جو لوگ تمہاری عہد والوں سے جا ملیں ان کو نہ مارو

دیکھو صفحہ (۱۱) مرسلہ هذا

اور خدا نے فرمایا ہے جسے تم سے مسجد الحرام کے پاس عہد کیا ہے جب تک وہ عہد پر قائم رہیں تم بھی قائم رہو اور فرمایا اگر تمہارے بہائی تم سے دین میں مدد چاہیں تو ان کو مدد دو مگر اس قوم پر ان کو مدد نہ دو جس سے تم عہد کر چکے ہو اور فرمایا عہد کو پورا کرو

الا الذین عاہدکم عند المسجد الحرام فاستقاموا لکم فاستقیموا لہم ان الله یحب المتقین (سورۃ ۲۴)

وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصرا علی قوم بینکم و بینہم ميثاق والذین عاہدکون لہم النصیر (النفال ۱۰)

واوفوا بالعہد ان العہد کان مستوفا

* سید نے گو اسلام نے انسانی اور ایمانی ہمدردی کے خلاف سمجھا ہے پہلے

ان پر ہر شر کو قائم کیا *

(نبی اسرائیل علیہ السلام)

من لا یغی لہ ذی عہد عہدہ فلیس منی
ولست منہ (مرقاۃ مسلم)

وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
من قتل معاهداً لم یغفر مریجۃ الجنۃ
وان رجھا التواجد من مریۃ اربعین علماً
(مرقاۃ البخاری ص ۴۴)

ان النادر ینصب لہ نواع یوم القیامۃ
فیقول هذه عندی فلان بن فلان
(مسلم ص ۲ بخاری ص ۴۴)

وقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم
من قتل معاهداً فغیر کینه حرم الله
علیہ الجنۃ (مرقاۃ ابوداؤد ص ۲)

الی لا یخیس بالعہد (مرقاۃ ابوداؤد
ص ۲) وقال عمر بن الخطاب رضی
واوصیہ بنمہ الله ورسوله ان یوفی لهم
بعہدہم وان یقاتل من وین انہم

عہد سے سوال ہوگا۔ اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے
جو عہد والے کا عہد پورا نہ کرے گا وہ
ہم میں سے نہیں ہے اور زمین اس کے
گروہ سے ہوں۔ اور فرمایا جو شخص
عہد والے کو مار ڈالے گا وہ بہشت
کی خوشبو نہ پائے گا باوجودیکہ چالیس برس
کے فاصلہ سے اس کی خوشبو آتی ہے
اور فرمایا عہد شکن کے لئے قیامت کے
دن نشان کھڑا کیا جائے گا اور کہا
جائے گا یہ فلان شخص کا عہد ہے۔
اور فرمایا جو عہد والے کو بلا جرم مارے
اس پر بہشت حرام ہے۔

اور فرمایا میں عہد شکنی نہیں کرتا اس کے
موافق حضرت فاروق نے اپنے چالیسین
کو وصیت فرمائی ہے کہ وہ عہد والوں
کا عہد پورا کریں اور ان کی حمایت

(سردار البخاری ص ۴۲)

میں ان کے مخالفین سے لڑیں۔

جانب ثانی سے عہد شکنی کے خوف کے وقت بلا فسخ

عہد و اعلان حملہ کرنے کی ممانعت کی دلیل یہ قول خداوندی

ہے کہ جب تجھے کسی قوم سے عہد شکنی کا خوف ہو تو فسخ عہد کا پیام برابری

و اما اتفاق من خیانۃ فانہذا لیم علی حملہ

اذا لیس عیب الخائنین (انفال ۸۶)

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے چنانچہ

سلیم بن عامر نے نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ اور روم و الحارث بن عہد مقرر تھا جب

عن سلیم بن عامر رجل من حید قال

کان بین معاویۃ و بین الروم عہد و کان

یسیر نحو بلادہم حتی اذا انقضی للعہد

یہ حکم حضرت فاروق کا عام ہے ان مسلمان مخالفین کو بھی شامل ہے جو مسلمانوں کو عہد و الحارث سے

لڑیں۔ ان مسلمانوں کی مدد سے مسلمانوں کو ٹھیکہ دینے سے جو بعض (۳۰) منقول

ہو چکی ہے (ان استغفر وکفی الذین) ہمارے اس نوٹ کو ڈاکٹر شہباز صاحب

تجوید علامہ فادین اور انصاف سے کہیں کہ میں انکے اس سوال کا جواب تو یہ ہے اپنی

کتاب تہذیب میں ان کو تفسیر و مابعد کے خاتمہ پر ایک حاشیہ میں علماء اسلام سے کیا یہ کافی اور

گوشت کو حق میں مفید جواب دیا ہے یا نہیں؟

غزاهم فیما جعل علیہم من ارضہم
 وهو یقول: اللہ اکبر! اللہ اکبر! وفاء لاخذ
 فظروا فاذا اعمرو بن عبسہ رسل
 الیہ معاویۃ فسالہ فقال سمعت رسول اللہ
 یقول من کان بینہ وبنی قریظہ عہد فلا
 یشد عقدہ ولا یحلہا حتی ینقضی ما شاء
 او ینبذ الیہم علی سواء فراجع معاویۃ
 (مرآۃ البیود اردو ص ۳۶ ج ۲ والترمذی
 ص ۲۱ ج ۱)

وفا چاہیے کہ غدر نہ امیر معاویہ نے دیکھا
 تو وہ عمر و عبسہ صحابی تھا امیر معاویہ نے
 ان کے آئے گا سب پوچھا تو انہوں
 نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کہ جب کسی قوم سے عہد ہو وہ اسکو
 فتح کرے جب تک مدت گزرتے جائے
 برابر برابر فسخ عہد سے اسکو اطلاع
 جائے۔ یہ سنکر امیر معاویہ اس حملہ سے باز
 آئے اور دمان سے پھر گئے +

مسئلہ چہارم و پنجم کے نتائج مسئلہ ششم و ہفتم کے نتائج کے ساتھ بیان ہوں گے +

چھٹا و ساتواں مسئلہ

(۶) کافر (ظالم اور غیب مسلمانوں میں مزاحم لایق جہاد ہی کیوں نہ ہوں) جب
 مسلمانوں کے شہروں اور ملک پر تعجب سے تسلط پالیتے ہیں تو ان شہروں کے
 ملک و تصرف ہو جاتے ہیں +

(۷) جب کسی کافر کے ملک یا شہر میں کوئی مسلمان امن جہاد کرے تو وہ اسی
 عہد والے کی مانند ہو جاتا ہے جسے صیغہ عہد دیا ہو۔ اسکو اس کافر سے غدر

کرنا اور اس کے جان و مال سے تعرض کرنا ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ صحیح عہد
والوں کی جان و مال سے تعرض حرام ہے +

غلبہ سے کافر کے مالک ہو جانے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم
نے کافروں کے اُن تصرفات کو جو انہوں نے آپ کے اموال پر مستطاب ہو کر
کئے نافذ فرمایا۔ اور خود مستطاب کران کو بے محل و بے اعتبار نہیں ٹھہرایا۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم سے اسامہ نے حج کے ایام میں پوچھا یا

رسول اللہ آپ کو میں اپنے کس گہر میں

اُتریں گے۔ آپ نے جواب میں فرمایا

عقیل نے ہمارا کوئی گہر چڑھا ہے ؟

(یعنی سبھی گہروں پر تصرف کر لیا

ہے) +

اس ملک و تصرف عقیل کی ایک

وجہ تو اسی حدیث میں بیان ہوئی ہے

عن اسامہ بن زید قال قال رسول الله

ایزقنزل قد املک بکة فقال هل

ترک لنا عقیل من ربکم اودود وکان

عقیل و مرث اباطالب هو و طالب

لحدیث جعفر و لا علی شیئا لانہما کافران

مسلمین و کان عقیل و طالب کافریین

(بخاری ص ۴۱)

کہ ابو طالب کے وارث عقیل اور طالب ہی ہوئے تھے نہ حضرت علی و جعفر کیونکہ

وفات ابو طالب کے وقت عقیل و طالب کافر تھے۔ اور حضرت جعفر اور حضرت

علی مسلمان ہو چکے تھے مگر یہ وجہ بجز ملک و تصرف مکانات ابو طالب کے

اور مکانات کے (جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان بھی

شامل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں عقیل انکا وارث نہیں ہو سکتا تھا (تاکہ و تصرف کی دلیل نہیں ہو سکتی)۔

لہذا یہ وجہ تاک و تصرف (جو اس حدیث میں بیان ہوئی ہے) ابو طالب کو مکانات کے مالک ہو جانے سے مخصوص رہے گی اور آنحضرت کے مکان کے مالک و تصرف ہو جانے کی وجہ وہی کہنے پر بھی جہم نے بیان کی ہے کہ عقیل کا غلبہ و تسلط اس مکان پر ہو گیا تھا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نافذ فرمایا قریظا

لئے اس حدیث کی شرح میں فرمایا ہے یہ گھر (جبکہ حدیث میں ذکر ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جدائشتم کی تھی پھر اُسکے بیٹے عبد المطلب کی بیوی نے اپنی اولاد میں تقسیم کر دیئے پھر اپنے باپ عبد المہد کا حق آنحضرت کو ملا اسی مکان میں آنحضرت صلعم تولد ہوئے تھے چنانچہ فاکہی نے بیان کیا ہے آنحضرت کا یہ کہنا کہ عقیل نے ہمارا کوئی گھر نہیں چھوڑا اس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس گھر کے مالک تھے اور اپنی ذات شریف

بقول ان هذه الدوا كانت لها شتم بن عبد مناف ثم صارت لابن عبد المطلب فقسمه ابين ولده فمن ثم صار للنبي صلى الله عليه وآله وسلم حق ابية عبد الله وفيها ولد النبي صلعم قاله الغاكي - وظاهر قوله وهل ترك لنا عقيل من رباع انها كانت ملكه و اصنامها الى نفسه فيقول ان عقيلاً تصرف فيها كما فعل ابو سفيان بل ورا لمجاهدين و يحتل غير ذلك * * * وقال الدواوي

وغیرہ کان کل منہا جب من المؤمنین
بمع قریبہ الکافر دارہ فامضی
النبی صلی اللہ علیہ وسلم تصرف
الجاہلۃ قالیفاً لفتوب من اسلمہ
منہم - (مسطلاتی ص ۳۱ جلد ۳)

کی طرف اس گھر کو آپ نے منسوب
فرمایا ہے۔ پس عقل کے ملک چلنے
کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عقل نے اس گھر
میں تصرف کر لیا ہو جیسا کہ ابو نعیم نے
اور مہاجرین کے گھر دن پر تصرف کیا تھا

اور شاید اسکی وجہ کوئی اور بھی ہو۔

ساتھ کہتا ہے یہ ترو و قسطلانی کا ہمارے مدعا کو ضرر نہیں پہنچاتا۔ ہمارا
مدعا یہ ہے کہ عقل کے ملک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
کے گھر آجانے کی وجہ وراثت نہیں ہو سکتی۔ اسکی وجہ تغلب و تسلط ہے اگر
ساتھ اور بھی وجہ ہو تو مضائقہ نہیں۔ پھر قسطلانی نے کہا ہے کہ وہ مدعی غیر
نئے نقل کیا ہے کہ ہر ایک مہاجر کا مکان اس کے قریبی نے بیع دیا پس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے تصرفات و مائدہ جاہلیت کو تالیف قلوب
و مسلموں کے لئے نافذ فرمایا (یعنی اپنا دخل و تصرف پاکر بھی انکو نسخ نہیں کیا)
وہ تصرفات ناجائز ہوتے تو ضرور آپ کہ پر تسلط ہو کر حکام مکان کسی نے جا کر
فروخت کر دیا تھا وہ اسی کو دلائے اور ظالم کے تصرف کو اٹھاتے۔

اس مسئلہ تغلب کفار سے ثبوت ملک میں مجتہدین کا اختلاف ہے۔
شافعی اور ایک جماعت قایل ہیں کہ کفار صرف غلبہ سے مسلمانوں کے اموال کے

وقد اختلف اهل العلم في ذلك
فقال الشافعي وجماعة لا يملك اهل
الحرب بالغلبة شيئاً من المسلمين و
لصاحبه اخذ قبل القسمة وبعدها
وعن علي و الزهري وعمر بن دينار
والحسن لا يراد اصلاً ويخص به اهل
الحق وقال عمر بن سلمان بن ربيعة
وعطاء والليث ومالك واحمد و
آخرون وهي رواية عن الحسن ايضا
ونقلها ابن ابى الزناد عن ابيه عن
الفقهاء السبعة ازوجه صاحبها
قبل القسمة فهو الحق به وازوجه بعد القسمة
فلا يلغى الا بالقيمة (مثل الاوطار طبار)

مالک نہیں ہوتے لہذا جو مال مسلمانوں کا
کافروں کے ہاتھ میں چلا جائے وہ
مسلمانوں کے قتیاب ہونے پر انہی
مسلمانوں کو ملے گا جن کا مال تھا حضرت
علی و زہری و عمر بن دینار و حسن
بصری کہتے ہیں کہ وہ کافروں کا مال
ہو چکا تھا مسلمانوں کے ہاتھ آئے گا
تو ان سب کا ہو گا جنہوں نے کافروں
کو لٹا۔ عمر بن سلمان ابن ربيعة عطا
وليث و امام مالک و امام احمد وغيرہ
کا یہ قول ہے کہ وہ مال مسلمانوں میں
تقسیم ہو چکا ہو تو اصل مالک کو قیمت
ملے گا تقسیم سے پہلے بلا قیمت بھی وہ

لینے کا حقدار ہے اس میں سے بھی یہ بات ہوتی ہے کہ وہ مال کفار کے
مالک میں آچکا تھا

کتاب ہدایہ روحانی مذہب میں ایک مشہور و معتبر کتاب ہے کہا ہے کہ کفار ہندو
ہو ال پر غلبہ پائیں تو ان کے مالک ہو جائے ہیں بشرطیکہ وہ ان کو اپنی جلتے

واذا غلبوا على أموالنا والعياذ بالله
واحزوها بدارهم ملكوها وقال
الشافعي لا يملكوننا لان الاستيلاء
مختور ابتداءً وابتداءً والمختور
لا يفتقر سبباً للملك على ما عرفت
من قاعة للضم ولنا ان الاستيلاء
ورد على مال مباح فينقل سبباً للملك
حفظاً لحاجة المكلف كما سيأتي فلو ناعى
اموالهم وهذا لان العصمة تثبت
على مناعة الدليل ضرورة تمكن
المالك من الانتفاع فاذا زالت الملكة
عادمها كما كان غير ان الاستيلاء
لا يحقق الا بالاحراز بالدار لانه
عبارة عن الاقتران على المحل كالا
ملاك والمختور غير اذا اصاب سبباً
لكرامة تغرق للملك وهو الثواب
الاجل فما ظنك بالملك العاجل

تسلط من ليجائين۔ امام شافعی اس مسئلہ
کے مخالفین وہ کہتے ہیں کفار کا
تغلب ہی ناجائز ہے تو وہ ملک کا سبب
کیونکر ہو سکتا ہے حنفیہ کی طرف سے اسکا
جواب یہ ہے کہ تغلب کفار بمال مسلمین
پر ناجائز ہے مگر اس حالت میں اور وقت
تک کہ مسلمانوں کا اپنے تسلط و قبضہ ہو
اور جب وہ تسلط اٹھ گیا تو کافروں کا
تسلط ان اموال پر جائز ہو گیا اور وہ مال
مباح پر تسلط ٹہرا وہ کہتے ہیں دراصل
ہر چیز سے ہر شخص نفع اٹھانیکا مستحق
ہے چنانچہ قرآن میں فرمایا ہے خدا نے
تم سب کے لئے جو کچھ زمین میں پیدا
کیا ہے ”پھر خاص خاص چیزوں سے
خاص خاص لوگوں کو نفع اٹھانیکے لئے
خدا تعالیٰ نے قبضہ و تسلط کو سبب
بنا دیا ہے اور یہ حکم دے دیا ہے کہ

(ہدایہ ص ۱۱۷ ج ۱)

جبکی چیز ہو جسے جبکہ قبضہ و تسلط میں

ہو وہی اس سے نفع و ٹھکانے اور حب یہ قبضہ و تسلط اٹھ گیا تو وہ مال سب کے لئے مباح ہو گیا۔ پھر اس پر غلبہ و تسلط مال مباح پر تسلط ہو گا اور وہ ملک کا سبب ہو سکے گا۔ جیسا کہ ہمارا تسلط ان کے اموال پر مال مباح پر تسلط اور ملک کا سبب ہوتا ہے۔

امام شافعی کے مذہب کی تائید میں بعض علماء یہ حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح
 عن عمران ابن حصین قال واسرت
 امرأة من الانصار واصيبت العضباء
 فكانت المرأة في الوثاق وكان القوم
 يريون نفهم بين يدي بيوتهم فانفلتت
 ذات ليلة من الوثاق فانت اكلابل
 فخلعت اذ اوتت من البصر فافتتكت
 حتى تنشئ الى العضباء قلتم قرخ قال بھي

مسلم میں بصرفہ ۴۵ جلد ۲ منقول ہے کہ
 ایک عورت کفار کی قید میں آگئی اور
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم
 کی اونٹنی (مضاربہ) بھی ان کو قابو
 میں آئی۔ وہ عورت ان کی قید میں
 تھی اور وہ لوگ اپنے اونٹوں کو اپنے
 ڈیروں کے سامنے رات کو لے آتے اور

لحاوی کی روایت میں ہر چارچرخ فتح القدر حاشیہ ہمارے منقول ہے وکان اذا نزلوا
 یریون البہم فی اذنیہم۔ یعنی وہ اس سفر میں منزل پر آتے تو اونٹوں کو اپنے بچے کے
 میدانوں میں لے آتے اسلئے کہ بھرت کا ترجمہ ڈیرہ سے کیا ہے۔ وہاں سفر میں بچہ
 ہوئے گہرے تھے وہی کپڑے کبیل وغیرہ کے ڈیرے تھے۔

منوقہ فقعدت فی عجزها فانطلقت
 ونذیرا ہا فطلبوها فاعجزتم قال وندت
 ۛہ عزوجل ان یجاہا اللہ علیہا التحزبا
 قالما قدمت المدینۃ سراھا الناس قالوا
 العضاۃ عناقۃ رسول اللہ صلعم فقالت
 انہا نذیرت ان یجاہا اللہ علیہا التحزبا
 قالول رسول اللہ صلعم قد کروا ذالک
 لہ فقال سبحان اللہ بس ما جرت ہا
 نذیرت اللہ ازجناہا علیہا التحزبا لا
 وفاعلنذیر فی معصیۃ ولا فیما لا یملک
 العبد وفی رایتہا بن حجر لا نذیر فی
 معصیۃ اللہ (صحیح مسلم ج ۲)

بڑایا کرتے ایک شب وہ عورت قید سے
 چھوٹ گئی اور وہ ان اونٹوں میں چھپی
 وہ جس اونٹ کے پاس جاتی وہ آواز
 کرتا۔ لہذا وہ اسکو چھوڑ دیتی یہاں تک
 کہ عضاۃ اونٹنی کے پاس پہنچے تو وہ نہ
 بولے کیونکہ وہ سواری میں لگی ہوئی
 اور فرمان بردار تھی۔ وہ اسے سوار ہو کر
 چل پڑی۔ کفار کو علم ہوا تو وہ پیچھے
 دوڑے مگر اسکو پکڑنے سکے اسوقت اسے
 یرنت مائی کہ خدا نے اسکو کفار سے بچا
 لیا تو وہ اوس اونٹنی کو خدا کے نام پڑھ
 کرے گی۔ آنحضرت صلعم نے یہ بات سنی

تو فرمایا کہ اسے بڑا کیا جو اسکو بدل دیا۔ گناہ کی منت کا دفا واجب نہیں۔ اور نہ
 اس چیز کی منت کا جسکا بندہ مالک نہ ہو۔ اس حدیث سے استدلال کی وجہ وہ یہ
 بیان کرتے ہیں کہ اس اونٹنی کی نسبت اس حدیث کا آخری فقرہ فرمایا گیا ہے وہ اونٹنی
 تنقب سے کفار کی مالک جاتی تھو عورت بھی انکی مالک ہو جاتی اس صورت میں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کو یہ فرماتے کہ جس چیز کا کوئی مالک نہ ہو

اسکی منت کا وفا سپرد واجب نہیں۔

اسکا جواب عینی حقیقی نے بنایہ شرح ہدایہ میں یہیہ دیا ہے کہ وہ لوگ ہنوز اس
اوشنی کو اپنے ملک میں لیجا نہ چکے تھے راستہ ہی میں وہ اس غارت کے مانعہ لگی تھی

اور کہا ہے تغلب سے کفار کی ملک تب
ثابت ہوتی ہے جب وہ مسلمانوں کے

مال کو اپنے ملک میں لے کر آئے و تسلط میں لیجائیں۔
یہ کہہا ہے ہماری (خفیہ کے) دلیل

قرآن میں یہ قول خداوندی ہے حسین
خدا نے فقرار مہاجرین کو صدقہ کا مصرف

نہرایا ہے اس قول میں خدا نے ان کو
فقیر کیا ہے اور فقیر وہی کہلاتا ہے

جسکے ملک میں کچھ نہوا اور اگر کفار کو وغیرہ مہاجرین کے پس ماندہ اموال کے مالک
نہو جاتے تو خدا ان کو فقیر نہ کرتا۔

ایسا ہی شیخ ابن الہمام نے فتح القدر جاشید ہدایہ میں ہند لال آیت قرآن
کی تائید میں کہا ہے کہ جو شخص صرف کسی

خاص مکان میں جوئے کو سبب اپنے
مال کا مالک اور اسپر قابض و تصرف

قلت ما كانوا احرز وهايد ادهم
واخذ المرأة العضاء كان قبله في
الطريق وقبل الاحرار لا يثبت الملك
ودليلنا من القرآن قوله تعالى للفقراء
المهاجرين فائدة تعالى سماهم فقراء
والفقير من لا يملك فلو لم يملك الكفار
اموالهم لما سموا فقراء (عینی شرح
ہدایہ فتح جلد ۳)

وليس من لا يملك مالا وهو في مكان
لا يصل اليه فقير ابل هو مخصوص
باب السبيل - ولما اعطوا عليه في

نقص الصدقہ (فتو القدیر ص ۲۷)

نہو اسکو فقیر نہیں کہا جاتا ایسا شخص ابن

السبیل کے نام سے مخصوص ہے *

اور جواب حدیث علماء کی تائید میں کہا ہے کہ اس پر روایت طحاوی میں یہ قول راوی شامی ہے کہ وہ جب منزل پر اترتے تو آدمیوں کو سامنے کے میدان

میں لے آتے جس سے سمجھ میں آتا

ہے کہ وہ ہنوز راستہ میں تھی کہ وہ

عورت اس آدمی کو لے بیٹھی *

وحدیث العلماء کان قبل الحارۃ

بدلہ رسولی تری الی قوله کانوا ذانرا

الحارۃ فاندفعہم منہ انما فعلت ذلک وھم

فی الطريق (فتو القدیر ص ۲۷)

موافقت کرتا ہے۔ جو لوگ ابن عساکر کی

اباات کو غلط کہیں وہ اس سے بڑھ کر صریح روایت سے ثابت کریں کہ وہ لوگ

آدمی کو اپنے مالک دار الحرب میں لیجا چکے تھے اور جہاں وہ رات کو اونٹ

بٹھاتے تھے وہ ان کے وطنی اور سکونتی مکانات کے صحن تھے۔

ایک جواب اس حدیث کا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ حدیث نفی کے مستند و

مستند پر نفس یا اشارہ نہیں ہے۔ اس حدیث میں جو فرمایا گیا ہے کہ جس چیز

کا بندہ مالک نہو اسکی منت کا وفا اس پر واجب نہیں ہے اس کا اس امر پر نفس

یا اشارہ ہونا متعین نہیں ہے کہ یہ اس عورت کے حق میں کہا گیا ہے۔ اور

اس سے یہ مقصود ہے کہ وہ عورت اس آدمی کے طلب سے مالک نہیں

ہوئی اس لئے اس پر اس فوج کرنے کی منت کا ایفاء واجب نہیں جائز و محتاج ہے کہ یہ

ایک جدا گانہ حکم متعلق تدریجاً بیان کیا گیا ہو۔ اس عورت کی نسبت اور اس کے حق میں وہی پہلا حکم ہو کہ گناہ کی منت کا وفا واجب نہیں ہے۔ اور اس سے یہ مقصود ہو کہ تیرا فعل معصیت ہے لہذا تجھ پر اسکا ایفا واجب نہیں ہے۔ اس فعل کا معصیت ہونا آپ کے اس نقطہ سے بھی ثابت ہوتا ہے جو اس سے پہلے فرمایا ہے کہ اُسے یہ خبر اکام کیا جو اسکو بدلوایا۔ اور اگر اس قول نبی کو تبہ میں ملک غیر میں وفاتد رکھا واجب نہ فرمایا گیا ہے، اسی عورت کے حق میں یہ کیا جائے تو اسکی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بوقت نذر اس عورت کا پورا غلبہ تسلط نہ ہوتا تھا۔ اسوقت تک ممکن تھا کہ اس اوٹنی کو اس کے مالک کفار و لو اس کے پکڑنے کو روکے تھے، اسکو چھین کر لیجاتے (گو اس کے بعد یہ امکان دور ہوا جب وہ تھک کر واپس ہوئے) اور یہ بھی ممکن تھا کہ آنحضرت صلعم اس اوٹنی کو اپنے مالک سابق کے لحاظ سے بلکہ اموال غنیمت مسلمانوں سے حق اشتقاق کی نظر سے خود لے لیتے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور احتمال ہے کہ اسی حق اشتقاق کی نظر سے اپنے اس اوٹنی کو لے لیا ہو یا پھر وہ باوجود قیام ان احتمالات کے اس عورت سے کیوں اس اوٹنی کو اپنے مالک بھی لیا اور اسکا فوج کرنا مان لیا۔ علماء شافعیہ اور جہان کے ہمسایاں ہوں اس حدیث سے ان احتمالات کو اٹھالیں تب اس حدیث سے شک کا نام لیں۔

اس بیان سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ و امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب کہ

کا قتل و غلبہ سے امرائے مسلمین کے ملک بھجوا تو میں "صحیح ہے اور آیات قرآن اور حدیث صحیح بخاری اس مذہب کے موید ہیں اور اس کا خلاف قتل و غلبہ سے انکار ملک نہ ہونا جو ان چاروں اماموں سے صرف شافعی کا مذہب ہے اس پر کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ اور اس مذہب پر چلنے والے ہندوستان میں کوئی نظر آتا ہے۔ بالکل سائیکس ہندوستان کے مذہب میں کا قتل و غلبہ سے انکار ہو جاتا ہے اور ہمارے مسئلہ ششم میں ہندوستان کے اہل قراب کو نزاع کا حل نہیں ہے۔

کافروں کے ملک اور شہر میں امن جب تک رہے کہ نہ کرنے کے حرام ہونے پر دلیل یہ صحیح حدیث صحیح بخاری وغیرہ کی ہے کہ مغیرہ بن شعبہ

صحابی اپنی حالت کفر میں ہم مذہب قوم کے ساتھ ہو کر مصر میں گیا۔ فان کے بادشاہ (مقوقس) اتنے اون لوگوں کو احسان کیا اور مغیرہ کے احسان و اکرام میں قصور کیا۔ اس سے مغیرہ کو رشک پیدا ہوا کیونکہ وہ ان کا ہم قوم نہ تھا لہذا جب وہ واپس ہو کر راستہ میں شراب پی کر غمور ہوئے اور سو گتو مغیرہ نے اس حالت نشہ اور غم میں ان کو

کان المغيرة بن شعبه صحابيا قوما في الجاهلية فقتله واخذهم اموالهم ثم جاء فاسلم فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم امام الاسلام فاقبل وامالهم قلقت منه في شئني (رواه البخاري ص ۳۳۳) و رواية ابن دواء (ص ۲۰۰ جلد ۲) وامالهم فانه مال عند ملاحاجة لنا قيمة. - فان كان المغيرة قتيلا

صحب قوماً فی الجاہلیۃ من ثقیف
من بن نسیب ما لک لما خرجوا زایرین
المقوقس بمصر فاحسن الیم وقصر
بالمغیرۃ فحصلت لہ الخیرۃ فمنہم لانیہ
لیس من القوم فلما کانوا بالطریق
مشریوا الخمر فلعنوا سکر وافرماوا عندہم
فقتلہم جمیعاً واخذ اموالہم فلما بلغ
ثقیفاً فعل المغیرۃ قد اغوا للقتال
فسعی عمروۃ ہم المغیرۃ حتی اخذوا
منہم دینۃ ثلاثۃ عشر نفساً واصطلحوا
فہذا ہوسیب قولہ ای عند رجباً
لی المدینۃ فاسلمہ فقال لما یوکیہ
فعل الما لکیون الذین کانوا احک
قال قتالہم وحیث باسلامہم للرسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقتل
اویری ذہارائہ فقال النبی صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم اما الاسلام

نذریا۔ ان کو قتل کر دالا۔ اور ان کا
مال لوٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام
کا اظہار کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے اسلام
کو تو ہم نے قبول کیا پر اس مال سے
ہم کو کچھ تعلق و حاجت نہیں ہے۔
کیونکہ یہ قدر کا مال ہے قسطلانی نے
مال غنم ہونے کی وجہ یہ بیان
کی ہے کہ مال مشرکین (یعنی جو
بڑائی کے لالین ہوں) اگرچہ قلب و
تسلط اہل اسلام کے وقت مال غنیمت
کہلاتا ہے (جو حلال ہے) پر اس
کی حالت میں اس مال کا ان سے
جبراً لے لینا حلال نہیں ہے۔ اور
جب انسان کسی کے ساتھ ہو کر حلیق
ہے تو اپنے ساتھی کو یہ قہراً ہے کہ

فأقبل إلى أخذ ما المال فليعت منه
 في شيء أي لا تعرض له ككون أخذه
 عنداً كان مال المشركين وإن كانت
 مضمومة عنداً القهر فلا يحل أخذه
 عنداً لمن قاذ كان الإنسان
 مصلحاً لم فقد امن كل واحد
 منها صاحبه ففكك الدماء وأخذ
 الأموال عند ذلك عنداً والغد
 بالكفار وغيرهم مخصوصاً انتهى مختصراً
 (قسط لائق مشجلہ)

میں ترسے جان و مال سے تعرض نہیں
 کر دیں گے۔ اور میں نے تجھے امن و
 عہد دیا اس کے بعد اس کا خون بہانا
 اور مال لوٹ لینا غدر ہے اور غدر
 کافروں کے ساتھ کیون غیو حرام
 ہے +

اس حدیث میں جب صرف مکرر استہ
 چلنے کو حکماً و معنی امن و عہد ٹہرایا اور
 اس امن و عہد کے خلاف کو غدر قرار
 دیا ہے تو عین ملک و بلاد کفار میں

جہاں ابتدا سے ان کے ملک ہوں یا قلب سے ان کے تسلط میں ہوں امن جتا کر
 رہنا اور اس میں امن و آزادی کے ساتھ عمر بسر کرنا کیونکر امن و عہد نہ ہوگا اور اسکا
 خلاف کیون نہ غدر قرار پائے گا +

مسئلہ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کے نتائج

ان مسائل اربعہ اور ان کے دلائل کے نتائج بیان کرنے سے پہلے دو امر
 واقعہ فی نظر الامری کا بیان ضروری ہے

امراؤں کے کہ ایک ہندوستان پر برٹش گورنمنٹ کا پورا قبضہ و تسلط ہے۔ کوئی
زی شکت سلطنت اس قبضہ و تسلط کی مزاحم نہیں ہے۔

امردو وہم یہ کہ مسلمان جو ہندوستان میں اقامت گزین ہیں تین قسم میں
منقسم ہیں۔

قسم اول اسلامی ریاستوں کے رئیس یا اختیار (جیسے رئیس ٹونک۔ رئیس بھیلوار
رئیس بھیل۔ رئیس حیدرآباد۔ وغیرہ)

دوم ان رئیسوں کی ماتحت رعایا۔

قسم سوم خاص برٹش گورنمنٹ کی رعایا جو کسی اسلامی ریاست کے ماتحت نہیں۔
ان تینوں اقسام سے ہر ایک قسم کا برٹش گورنمنٹ سے دوستی و ترک مقابلہ اور لڑائی
کا عہد ہو چکا ہے۔

قسم اول کے تو گورنمنٹ سے صریح قطعی اور حقیقی عہد لکھ دیا ہے کہ وہ گورنمنٹ
سے کبھی مخالفت نہ کریں گے اور ہمیشہ اس کے مددگار رہیں گے اور ایسا ہی
اس وقت تک وہ کرتے رہے ہیں قسم دوم کا عہد ان کے رؤسوں کے عہد
میں داخل و شامل ہے یہ امر اس حدیث بخاری سے ثابت ہوتا ہے جس میں یہ
ارشاد ہے کہ یہی مسلمانوں کا وہ ایک ہوتا ہے اسے شخص کسی سے عہد کر لے

اور لڑنے مارنے سے امان دے تو اور کچھ
اس عہد کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے

باب ذمۃ المسلمین وجوارہم و اعدائہم
یعنی یہاں ذمہ المسلمین وجوارہم و اعدائہم

پس چرچا جائے کہ اعلیٰ طبقہ قوم کے ریسولن اور سرکاروں نے کسی کو عہد و امن دیدیا ہو قسم ثالث سے بعض اشخاص کا تو صریح لفظی اور حقیقی عہد ہو چکا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو تحریراً و تقریراً حاضر و غائب خیر خواہی و وفاداری گورنمنٹ کا دم بھرنے ہیں اور ان کی خدمت و معاونت میں سرگرم ہیں ان ہی لوگوں میں پنجاب کے اچھوت و داخل ہیں۔ جنہوں میں سرسہری دیوس صاحب بہادر کے عہد لفظی گورنری میں بذریعہ ایک عرضداشت کے اس عہد کا اظہار کیا تھا جس پر شہنشاہ میں پنجاب گورنمنٹ سے ایک سرکٹ بھی ان کی تصدیق و تائید میں مشتمل ہوا تھا۔ اور باقی تمام مسلمانوں کا جنہوں نے کہیں کچھ قلم یا مہندہ سے عہد نہیں کیا معنوی و حکمی عہد ہو چکا ہے اس عہد (حکمی و معنوی) سے کوئی شخص مسلمان ہندوستان سے غالی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ سالہا سال سے امن چاہ کر گورنمنٹ کی رعایا کہلا کر امن و آزادی سے زیر حکومت گورنمنٹ اوقات بسر کر رہے ہیں مگر بلا مقابلہ و مخالفت کے وہ دعویٰ ہیں اور نہ جاسوس بنکر دارالحرب کے رہنے والوں کی طرح خفیہ سکوت رکھتے ہیں۔ بلکہ مخبر بن شعبہ سے (جس کا حال بصفحو (۴۴) بیان ہوا ہے) بڑے کڑا پنی زبان حال سے عہد و امن کا اظہار کر رہے ہیں۔ امور واقعہ کا بیان تمام ہوا۔ اب اصل نتائج کو بیان کیا جاتا ہے۔

ان سبیل (نمبر ۳ د ۵ و ۶) سے اور ان کے دلائل سے بلحاظ ان دو امور واقعہ کے صاف اور یقینی طور پر ایک یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان ہندوستان کے

تینوں قسم کا (جیب تک کہ وہ اپنے عہد دان پر) افطی و حقیقی ہوں خواہ معنوی و
ملکی اصلی ہوں خواہ ضمنی (تقادم زمین اور اس گورنمنٹ کے ماتحت زمین۔ اور ان
عہد دان کو علامہ طور پر انہا کے حکومت گورنمنٹ سے باہر جا کر اپنے ارادہ مخالفت
سے بر ملا گورنمنٹ کو اطلاع دین) اس گورنمنٹ سے لڑنا یا ان سے لڑنے
والوں کی (ان کے بیانی مسلمان کیوں ہوں) کسی نوع سے مدد کرنا صریح
غدر اور حرام ہے +

اس نتیجہ کو ناواقف اہل اسلام ملاحظہ فرما کر پیش نظر رکھیں اور صرف کفر کی نظر
سے ہر ایک مخالف مذہب سے جنگ و مقابلہ کرنے کو شرعی جہاد نہ سمجھ لیا کریں۔
عہد دامن والوں سے لڑنا ہرگز شرعی جہاد (ملکی جو خواہ مذہبی) نہیں ہو سکتا ہے
بلکہ عدا و و فساد کہلاتا ہے مفسدہ شیعہ عین جو مسلمان شریک ہوئے تھے وہ
سخت گناہگار و بدچکر قرآن و حدیث وہ مفسد و باغی بدکردار تھے۔ اکثر ان میں
عوام کا الانعام تھے بعض جو خواجہ و علماء کہلاتے تھے وہ بھی اصل علوم دین
(قرآن و حدیث) سے بے بہرہ تھے یا نا فہم و بے سمجھ۔ باخبر و سمجھ دار علماء اہل
ہرگز شریک نہیں ہوئے اور نہ اس فتویٰ پر جو اس غدر کو جہاد بنانے کے لئے
مفسد لے پھرتے تھے انہوں نے خوشی سے دستخط کئے۔ اسکی تفصیل ہم شاعت
السنتہ نمبر ۱ جلد ۸ میں کر چکے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی امبیلی و دہلوی جو
حدیث و قرآن سے باخبر اور اس کے پابند تھے اپنے ملک ہندوستان میں

انگریزوں سے (جنگِ امن و عہد میں رہتے تھے) نہیں لڑے اور نہ اس ملک کی ریاستوں سے لڑے ہیں۔ اس ملک سے باہر ہو کر قوم سکھوں سے (جو مسلمانوں کے مذہب میں دست اندازی کرتے تھے) کیلوا دینچے اذان نہیں کہنے دیتے تھے) لڑے۔ اسکی تفصیل بھی انریسل سید احمد خان صاحب سی۔ ایس آئی کو رسالہ جواب ڈاکٹر نہٹر سے اشاعت السنۃ النبویہ جلد ۱۰ (۱) میں گذر چکی ہے۔

دوسرا نتیجہ ان مسائل اور ان کے دلائل سے یہ پیدا ہوتا ہے کہ بعد علم ان مسائل کے کہ ”مذہب اسلام میں اہل حرب کفار سے بھی دوستی و عہد جاری ہے اور عہد و امان سے لڑنا حرام ہے اور جس ملک پر کفار تسلط ہو جائیں اسکے وہ مالک ہو جاتے ہیں اور کافروں کے ملک میں با امن رہ کر یا امن جتا کر ان سے لڑنا اور غدر کرنا حرام ہے، بعض خیر خواہان گورنمنٹ کا مسلمانوں پر یہ گمان کہ وہ جب کبھی قابو پائیں گے گورنمنٹ پر تلوار چلائیں گے اور جوان میں مذہب کے پکے اور دعوے اسلام میں پتے ہیں وہ اس کام میں سب سے پیش قدم تنظیم گے محض ہتھان ہے۔ اس گمان کے مرتجب و عیان خیر خواہی سلطنت ان مسائل سے ناواقفی کے سبب یہ گمان رکھتے ہیں تو اب وہ ان مسائل کو پڑھ کر اس بگمانی سے باز آئیں۔ اگر وہ دیدہ و دانستہ ان پر یہ تہمت لگاتے ہیں تو اس میں وہ اس قدر غور کریں کہ اس بگمانی میں نہ صرف رعایا اہل اسلام کا ضرر ہے۔ بلکہ اسکا اثر و ضرر سلطنت کو بھی پہنچتا ہے۔ سلطنت کو رعایا سے

بدگمانی رہیگی تو وہ کب محل اعتماد اور مورد خاص عنایت سلطنت ہوں گے۔
اور کیونکر کشادہ دلی اور جوش سے اپنا فرض اطاعت و امانت سلطنت کو ادا کریں گے
اور سلطنت کے پاؤں بھی بے خدشہ و بے کہنہ کب چھین گے۔ کیا اچھا کہا گیا
ہے ؟

رعیت جو بیخ ست سلطان درخت درخت سے پسر باشد اس بیخ سنت
ایسا ہی ایک اور شعر ہے ؟

مراعات و بہتان کن از سپر خویش کہ مژدہ و خوشدل کند کاہش
خیر خوانان ملک سلطنت اب بھی اس بدگمانی کو دماغ سے نکال ڈالیں۔ اور رعایا و
سلطنت کو باہم شیر و شکر ہو کر ملک میں امن و قیام کرتے دین ؟

مسئلہ ششم و نہم و دہم

(۸) کافر مسلمانوں کے مذہب میں مزاحمت بھی ہوں۔ اور ان کا مذہب، حرب
بھی ہو۔ اور ان سے کسی مسلمان رئیس یا رعایا کی دوستی و عہد بھی نہ ہو۔ اور
ان کے ملک و امن میں مسلمان رہتے نہ ہوں۔ تو ان شرطوں اور صورتوں
میں بھی اُن سے جہاد تب ہی واجب و جائز ہے۔ کہ مسلمانوں میں ایسی محبت
حاصل نہ جماعت موجود ہو جس میں اتلو کہ شریعت اسلام کا خوف نہ ہو۔ فتح و غلبہ
اسلام کا ظہور غالب ہو ؟

(۹) ان ہی شرطوں اور صورتوں میں ایک بڑی سپاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں امام و خلیفہ وقت موجود ہو +

(۱۰) مسلمانوں پر ایسی بھی مجبوری کی حالت جائز اور ممکن الوقوع ہے کہ نہ انکی کوئی جماعت ہو نہ ان کا کوئی امام و معتمد اوہ گناہگار نہ ہوں - اور تارک فرض قرار نہ پائیں شرط جمعیت قابل طمانیت پر پیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک کامزار سے مقابلہ کرنا تمکو ممانت کر دیا ہے - اب اگر تم میں ایک سو صابر

اشخاص ہوں تو وہ دو سو کفار سے غالب آسکتے ہیں یعنی ایک سو دو سو کا مقابلہ کرے - اور یہ قول خداوندی کہ لڑنے والوں کے لئے جہاد طاقت رکھو تیر اندازی اور گھوڑے بہتر چارو جس سے تم اپنے اور خدا کے دشمن کو ڈراؤ +

اَلَا نَحْفَظُ اللّٰهَ عَمَّا كَفَرُوا عَلِمَ اَنْ فَيَسْخَرُوا مِنْكَ
ضَعْفًا فَاَنْ يَكُنْ مِنْكَ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا
مِائَتَيْنِ وَاَنْ يَكُنْ مِنْكَ اَلْفٌ يَغْلِبُوا اَلْفَيْنِ
بِاِذْنِ اللّٰهِ وَالسَّامِعُ الصَّابِرِينَ (الانفال ۹۶)
وَاَعِدْ وَاَمَّا اسْتَطَاعَ فَيُزْجِقُ وَفِي رِجَالِ
الْحَقْلِ تَرْهَبُونَ بِعَدُوِّ اللّٰهِ وَعَدُوِّكُمْ
(الانفال ۹۷)

فتاویٰ عالمگیری میں جو حقیقی مذہب میں ایک مشہور و مقبر فتاویٰ ہے لکھا ہے جو از عہد کے لئے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دشمن اطاعت قبول

نہوے - اور وہ مسلمانان کے عہد و امان میں بھی نہ ہو - دوسری شرط یہ

اَمَّا شَرْطُ اَبَاحَةِ قَتْلِ اَحَدِهِمَا
اِمْتِنَاعُ الْعَدُوِّ عَنِ قَبُولِ مَا دَعَى إِلَيْهِ

من الدين وعدم الامان والعهد
بيننا وبينهم - والثاني ان يرجوا الشوكة
والقوة لاهل الاسلام باجتهاده او
باجتهاد من يعقد في اجتهاده ودأبه
وان كان لا يرجو القوة والشوكة
للمسلمين في القتال فانه لا يحل
له القتال لما فيه من القام بنفسه
في التهلكة - كذا في محيط السرخسي
(فتاوى عالمگیری)
ولا تقعدا بايديكم الى التهلكة -
(بقرہ ۲۳)

ہے کہ مسلمانوں کو اپنے غالب و قہیاب
ہونے کی امید ہو۔ اور اگر مسلمانوں کو
اپنی قوت اور شوکت کی امید ہو تو پھر
ان کو لڑنا اپنی جان کو ہلاکت میں
ڈالنا ہے (یعنی جبکی نسبت قرآن
میں یہ حکم ہے کہ اپنی جانوں کو ہلاکت
میں نہ ڈالو) ایسا ہی سرخسی کے محیط
میں ہے۔

اور کفایہ حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ جہاد
کی شرط یہ ہے کہ جہاد کرنے والے
صاحب وسعت ہوں اور دشمن کے
ڈیفنس (مدافعت) کی طاقت رکھیں۔ عجز و کمزوری کے ساتھ جہاد کا
حکم نہیں ہے۔ ایسا ہی مستخلص شرح
کنز میں ہے۔

والشرط في ذلك ان يكون المقاتلون
به من اهل الفناء والدفاع لان التكليف
لا يتاتي مع العجز۔

جہاد کے لئے امام کے موجود ہوتے
کی شرط پر یہ حدیث دلیل ہے
جو بخاری و مسلم نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے کہ امام ڈھال

(كذا في الكفاية والمختصر شرح كنز)

عن ابی ہریرۃ عن النبی قال اغنا الامم جنة یقاتل
من وراءہ وینفی بہ (بخاری ص ۱۸۸)

سب سے اسکی آئین لڑیں اور اسکو اپنا بچاؤ
بنائیں +

اس حدیث کی تفسیر میں امام نووی نے کہا ہے کہ امام مسلمانوں کے لئے آڑ یا پردہ

اغنا الامم جنة ای کا بسا اور لا تبیع
العدو ویتراذی المسلمین ویتبع
الناس بعضهم من بعض ویحیی ببصدة
الاسلام ویبقیہ الناس ویحافظون
سطوته ومعنی یقاتل من وراءہ ای
یقاتل معہ الکفار والبعثۃ والخوارج
وسایر اهل الفساد والظلم مطلقاً۔
(شرح مسلطہ ص ۱۸۸)

کی مثل ہوتا ہے مسلمانوں کو دشمنوں
کی تحریف سے بچاتا ہے۔ اس کی آڑ
میں لڑنے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے
ساتھ ہو کر کافروں سے (یعنی جوڑنے
کے لالین ہوں) اور باغیوں اور غاصبوں
وغیرہ اہل فساد و ظلم سے لڑیں۔

اور ملا علی قاری نے مرقاۃ میں اس حدیث
کی تفسیر میں کہا ہے۔ کہ امام سے مراد

خلیفہ وقت ہے باجو اسکا تجویز کیا ہوا امیر ہو وہ سپر کی مانند ہوتا ہے۔ جس کے

آئین لڑیں اور اس کو اپنا بچاؤ بنائیں
چہ اس کے سپر ہونے کا بیان ہے
کیونکہ امام یا اس کا نائب امیر لڑائی
میں قوم کے آگے ہوتا ہے۔ لوگ
اُسی کی مدد اور قوت سے لڑتے ہیں

اتما الامام الخلیفۃ او امیر جنة بضم
الجیم کالنرس فهو تشبیہ بلیغ یقاتل
ببصیغہ الجہول من وراءہ بکسر المیم
باقی بہ بیان لکوتہ جنة ای یکون
امیر فی الحرب قدام القوم لیتفہروا

وَيَقَاتِلُوْا بِقُوَّةٍ كَالَّذِيْنَ اَلْتَمَسُوْا فَاَوْفُوْا
 اِنْ يَحْمِلْ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ كَانِ الْاِمَامُ
 يَكُوْنُ حَلِيْفًا لِّلْمُسْلِمِيْنَ فِيْ حَوَالِيْهِمْ دِيْنًا
 (مرواۃ ملا علی قاری)

اور اگر اسکو ہر حال میں لڑنا ہی ہو یا
 نہ ہو (سپرکومین تو بہتر ہے کیونکہ امام
 مسلمانوں کا ان کے سب کاموں
 میں جیسے پناہ ہوتا ہے +

ایسا ہی شیخ عبدالحق نے شرح مشکوٰۃ میں کہا ہے اور مولوی محمد امجد علی مرحوم
 دہلوی نے (جو گروہ ابجدیث کے ایک ڈوی مبصر تھے) رسالہ منصب اہمیت میں
 احکام خلیفہ راشد کے بیان میں کہا ہے و از انجلا توقف عبادات شرعیہ برسوا
 امر اولیئہ چنانکہ عبادات دینیہ و طاعات شرعیہ اگر مطابق سنت بنویہ باشد
 مقبول است و الامر دوم بچنان صحت جمود اعیاد و جہاد و حدود و تعزیرات
 بہر متوقف است برامام قال النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انما الامام حجتہ
 یقاتل ضروریہ و یتقی بہ و اس مسئلہ کی تائید ان عبارات میں بھی موجود
 ہے جو سوال آئندہ کے جواب میں منقول ہونگی جن میں صاف تصریح ہے
 کہ جہاد کرنا امام ہی کا کام ہے۔

چنانچہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام جس کو اس حدیث میں جہاد کے لئے شرط
 ٹھہرایا گیا ہے کسکو کہتے ہیں اور اس میں کن کن اوصاف و شروط کا پایا جاتا
 اسلام و اہل اسلام کے ضروری قواعد ہیں۔ اور ان شروط و اوصاف کا تاج
 اس نامہ میں کسی حصہ زمین میں موجود ہے یا نہیں +

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلامی کتابوں میں امامت کے دو قسم بیان ہوئے
 ہیں ایک چھوٹی امامت جو نماز کے پیش امام میں پائی جاتی ہے دوسری
 بڑھی امامت جو خلیفہ وقت اور امام زمانہ میں پائی جاتی ہے۔ اس حدیث
 میں وہی امام مراد ہے جس میں امامت قسم دوہم پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس
 حدیث میں لڑائی کے آگے ہونا اور مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے
 بچانا امام کا کام بیان کیا گیا ہے۔ جو امام قسم اول کا کام نہیں ہے۔
 اس امام قسم ثانی کے لئے کتب فقہ و عقاید میں بہت سی شرطیں بیان ہوئی
 ہیں جو ایک مدت سے ایک قلم مفقود ہیں۔ درمختار میں ہے۔ "امامت
 دو قسم ہے چھوٹی اور بڑھی۔ بڑھی امامت لوگوں پر عام تصرف و اختیارات

کے استحقاق کا نام ہے جبکی تحقیق
 علم کلام میں ہے ایسے امام کے
 لئے یہ شرط ہیں کہ وہ مسلمان ہو۔
 غلام نہ ہو۔ مرد ہو۔ عورت یا بچہ نہ ہو۔
 عقلمند صاحب قدرت ہو اور قریش
 ہو۔ یہ شرط نہیں کہ وہ خاص کڑا شمی
 یا علوی ہو اور معصوم ہو۔ چھوٹی
 امامت اس تعلق کا نام ہے جو نادکر

باب الامامة هو صغری وکبری فالکبری
 استحقاق تصرف عام علی الانام و
 تحقیقة فی علم الکلام واضحه اهم
 الواجبات فلذا قدمه علی دقن
 صاحب المعجزات ویشیر طکونه مسلماً
 خدا ذکر اہا قلاً بالغاً قاراً قرشیاً
 لاہاتیباً علویاً معصوماً ۷ موالصغری
 ربط صلوة المومنین بالامام (درمختار ص ۸)

میش امام کو مقتدیوں سے ہوتا ہے +

ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں ہے۔ مسلمانوں کے لئے ایسے امام کا ہونا

ضروری ہے جو ان میں احکام اور

حدود شرعی کو جاری کرے اور انکی

سرخوں کو محفوظ رکھے۔ اور انکی

شکرتیار کرے اور ان سے زکوٰۃ وغیرہ

صدقات وصول کرے۔ اور ان پر

غلبہ پانے والوں اور چوروں اور

ربزئوں کو مغلوب کرے اور ایسے

اور امور جنکو عام لوگ نہیں کر سکتے۔

x x x پھر امام کے لئے یہ

شرط ہے کہ وہ قریش ہو کیونکہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو

امیر قریش سے ہوں یہ حدیث مشہور

ہے۔ اور اسمین نماز کا پیش امام

بالاتفاق مراد نہیں ہے۔ لہذا

اسمین خلیفہ وقت کا مراد ہونا متعین

ان السالین لا بدھم من اصنام یقوم بتنفیذ

احکامہم واقامة حدودہم وسد

ثغورہم وجمعہم وجمعہم وجمعہم وجمعہم

صدقاتہم وقهر المتغلبین والمتلصصہ

وقطاع الطریق واقامة الجمع

والاعیاد وتذویج الصغار والضعفاء

الذین لا اولیاء لهم وقسمۃ الغنائم

ومخوذاک من العاجیات الشرعیۃ

التي لا یتولاها احاد الامۃ x x ثم

یشترط للام ان یکون قرشیاً لقولہ

علیہ السلام الامۃ قریش وھو

حدیث مشہور وایس المراد بہ

الامامۃ فی الصلوۃ اتفاقاً قمینت

الامامۃ الکبریٰ خلافاً للفقہاء

x x x ولا یشترط ان یکون

الامام ہاشمیاً وعلویاً و معصوماً
 ویتروطان یکون من
 اهل الولاية المطلقة الكاملة بان
 یکون مسلماً نورا ذکراً عاقلاً
 بالغاً سائماً بقوة رای ودر ویتة بالغة
 ومعرفة بأسه وشوكة قادراً علی
 عدالة وكفاية وشجاعة علی
 تنفیذ الاحکام وحفظ حدود الاسلام
 والصفات المظلوم من الظالم عند حدوث
 المظالم۔

(شرح فقہ اکبر ص ۲۶۷)

و مسلم ہوا۔ اسکا دشمنی یا علوی یا معصوم
 ہونا شرط نہیں۔ اور اس میں یہ شرط ہے
 کہ وہ عام اور کامل اختیارات کے لائق
 ہو یعنی مسلمان ہو۔ غلام نہ ہو۔ مرد
 ہو۔ بچہ یا عورت نہ ہو۔ صاحب بیاست
 و تدبیر و فکر و شوکت و قدرت ہو۔ اپنی
 علم و شجاعت عدالت سے احکام
 جاری کرنے اور حدود اسلام کے
 محفوظ رکھنے اور ظالم سے مظلوم کا
 حق دلانے پر قادر ہو۔

اور شرح موافقین ہے جمہور

علماء اسپرین کہ امامت کا مستحق وہ شخص ہے جس میں شروط ذیل پائی جاویں

اول یہ کہ وہ مسائل اصول و فروع

میں خود مجتہد ہو جس سے وہ امور

دین کو قائم رکھے اور دینی عقاید پر

دلائل قائم کر سکے اور شعبات جو لوگوں کو

عقائد اسلام میں پیدا ہوں دور

المقصد الثاني في شرط الامامة الجهرية

على ان اهل الامامة مستحقين

هو جهرية في الاصول والفروع ليقوم

بامور الدين متمكن من اقامة الحجج

وعلى الشبهة في العقائد الدينية

کر سکے۔ اپنے آپ احکام و محرومات
میں فتویٰ دے۔ نص قرآن و حدیث
سے خواہ اپنے اجتہاد و استنباط سے
کیونکہ عقاید اسلام کی محافظت اور
فصل خصوصیات و انفصال مقدمات امام
کے فرائض سے اہم (تیار ہونے مقصود)
فرض ہے جو بلا وجود بشرط اجتہاد پورا
نہیں ہو سکتا۔ دوسری شرط یہ کہ
وہ ملکی و پورٹیکل معاملات میں صاحب
رائے ہو اور لڑائی و صلح و دستگیری
شکر و محافظت حد و کی تدبیر و ان
سے واقف ہو جس سے وہ مکمل نظام
کر سکے تیسری شرط یہ ہے کہ وہ دل کا
بہادر ہو جس سے وہ ممالک اسلام سے
دشمن کو ہٹ سکے اور جماعت اسلام کی اپنی
نمائندہ قدمی سے حفاظت کرے جیسا کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ میدان

مستقلاً یا فتویٰ فی النوازل و الاحکام
و الواقع نصاً و استنباطاً کان اہم
مقاصد الامامة حفظ العقاید
و فصل المتکومات و رفع المحاکمات
و لن یتبدون هذا الشرط و رائی
و بصارفة بتدبیر الحرب و السلم
و ترتیب الجیش و حفظا الثغور
لیقوم بامور المملک شجاع فتوی
القلب لیتقی علی الذب علی الحوزة
و الحفظ لبیضة الاسلام بالثبات
فی المعارک کما روی انہ علیہ الصلوٰۃ
و السلام وقف بعد انہزم المسلمین
فی الصف قائماً نا النبی لا کذب +
انا ابن عبد المطلب ولا سہولة القضاء
فی اقامه الحدود و ضرب الرقاب و
قل لا یشترط فی الامامة هذه النوازل
لانما لا توجد الصفات الا ان جمیعة

واذا لم يوجد كذا كذا فاما ان يجب
 نصب قادرها فيكون اشراطها عبثا
 لتحقيق الامامة بدونها او يجب نصب
 واجدها فيكون تكليفها بما لا يطاق
 نعم يجب ان يكون عدلا في الظاهر
 لا لا يجوز ان الفاسق ربما يصرف
 الاموال في اغراض نفسه فيضيع الحق
 عاقلا ليصلح للمصروفات الشعبية والملكية
 بالغا لمصروف عقل الصبي ذكرنا اذا النساء
 زانحات العقل والدين حوالا لا يشغل
 خدمة السيد عن وظائف الامامة
 ولما لا يخفى في بعض فان الاجراء لا يبررون
 العيب ويستكفون عن طاعتها فانه
 الصفات الثمانية والجنس شروط
 معتبرة في الامامة بالاجماع وفيه
 اشارة الى ان القول بعدم اشتراط
 الثلث الاول مما لا يلتفت اليه

جنگ سے لوگون کے بھاگ جانے کے
 بعد آپ تنہا کھڑے رہتے اور یہہ فخریہ
 اور یہہ دراز کلمات فرماتے تھے میں نبی
 ہوں اس میں جھوٹ نہیں ہے۔ میں
 عبد المطلب کا بیٹا ہوں اور نیز شری
 حدود (سراون) کا قائم کرنا اور
 قصاص و متبادل میں مجرموں اور ظالموں
 کی گردن مارنا کوئی ایسا کام نہیں جسکو
 بڑول کر سکے۔ بعض علماء کا یہ قول
 ہے کہ امام میں ان تین شرائط کا وجود
 ضروری نہیں کیونکہ یہ صفات اس وقت
 اکٹھی کسی شخص میں پائی نہیں جاتیں پھر
 اگر ان شرائط سے معرا امام کا مقرر
 کرنا واجب ٹھہرایا جائے تو ان شروط کا
 اعتبار صحت پر تاس ہے اور اگر ان شرائط کا
 جامع امام کا مقرر کرنا واجب ٹھہرایا جائے
 تو یہ ایک ایسے امر کو واجب ٹھہراتا ہے

وہرنا صفات اخیری فی اثبات تراہا
 خلاف الاول انہ یكون قریشیاً لا توطئ
 الاثناعشر والجمالیان ومنعہ الخواج
 وبعض المعتزلہ لنا قولہ علیہ السلام
 الائمة من قریش ثمان العصابة
 عملوا بضمون هذا الحديث ذن ابابکر
 المستدل بہ یوم السقیفہ علی الاضواء
 حین فارغوا فی الامامة بمحض من
 الصحابة فقبولہ واجمعوا علیہ
 قصار دلیلا فاطحاً لفیذا یقین
 باشتراط القریشیة احتجوا المانعون
 من اثبات تراہا بقولہ علیہ السلام الجمع
 والطاعة ولو عبد حبشیاً فانه یدل
 علی ان الامام قد لا یكون قریشیاً -
 قلنا ذلک الحديث فیم امر الامام
 اى جعلہ امیراً علی سریة او علی غیرہا
 کناحية ویجب حملہ علی هذا التعارض

جو طاقت سے باہر ہے۔ مان بجائے
 ان شرائط کے شرائط ذیل کا اعتبار ضرور
 ہے (۱) بحسب نظر عادل ہو کیونکہ
 فاسق (ظالم) لوگوں کے مال اخرض
 فاسد دین صرف کرتا ہے اور حقوق کو
 تلف کرتا ہے (۲) وہ عاقل ہو جو
 شرعی اور ملکی تصرفات کی لیاقت رکھے
 (۳) وہ حد بلوغت کو پہنچا ہو کیونکہ لڑکے
 کی عقل ناقص ہوتی ہے (۴) وہ عورت
 نہ ہو کیونکہ عورتیں عموماً ناقص العقل ہوتی
 ہیں (۵) وہ آزاد ہو۔ کیونکہ غلام
 اپنے مالک کی خدمت سے فلاح نہیں
 ہوتا تو وہ خلافت کا کام کیونکر کرے گا
 یہ صفتیں (پہلی تین ملا کر) اکٹھا
 صرف آخری پانچ بالاتفاق امامت
 کی شرائط ہیں مصنف کے اس
 قول میں یہ اشارہ ہے کہ پہلی تین کو

بیتہ و بین الاجماع او نقول هو صالحة

على سبيل القرض ويدل عليه انه

لا يجوز كون الامام عبداً لاجماع الثانية

من تلك الصفات ان يكون هاشمياً

شرط الشيعة - الثالثة ان يكون

عالمًا بجميع مسائل الدين اصولها و

فروعها بالفعل لا بالقوة وقد شرط

الامامية الرابعة ظهور المجتزة اذ به

يعلم صدق في دعوى الامامة و

العصمة وبه قال الغلاة ويطل هذه

الثلاثة واستقر اجماع الامامية

انا ندل عن قريب على خلافة ابي بكر

رضي الله عنه وكونه اماماً حقا و

لا يحجب شئ مما ذكر من تلك الاوصاف

فان كونه هاشمياً متبع والاخذ بان لا

يبان له اجماعاً الخامسة ان يكون

معصوماً شرط الامامية والائمة

معتصوماً شرط الامامية والائمة

شرط نہ شہر انما لایق الثقات نہیں ہے۔

خلافت میں بعض صفات ایسی ہیں

جسکے شرط ہونے میں بعض لوگوں کو

مختلف ہے پہلی شرط خلیفہ کا

قرشی ہونا اشاعرہ اسکو شرط نہ کرتے

ہیں۔ خارجی اور بعض معتزلی اس پر

انکاری ہیں۔ ہماری دلیل شرط ہونے پر

آنحضرت کا یہ قول ہے کہ امام قرشی ہی

ہوئے چاہیں۔ پھر اس قول آنحضرت

پر آنحضرت کے اصحاب نے عمل کیا ہے

جبکہ تہقید کے دن انصار نے امامت

میں جھگڑا کیا تھا تو حضرت ابو بکر نے اس

قول سے حرکت کیا جسکو سب نے تسلیم

کر لیا اور اس پر اتفاق کیا یہ اتفاق

امات پر یقینی دلیل ہے کہ قرشی ہونا

شرط خلافت ہے جو لوگ اس شرط کو نہیں

مانتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت

ماتے وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت

وینظر ان ابابکر شلابج عجمتہ

انفاقاً مع بنوت اصامتہ

شرح مواقف طائف

میں حکم دیا ہے کہ امیر یا حاکم کا حکم نافذ
اگرچہ وہ جہشی غلام ہو جس سے معلوم
ہو سکتا ہے کہ کہی امام قریشی نہیں ہیں

اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں یہ حدیث اس حاکم یا امیر کی نسبت ہے جسکو قریشی امام
وقت نے کسی شکریہ کسی جبکہ کا امیر بنا دیا ہو اس حدیث کے یہی معنی کرنا چاہئے
تاکہ اس حدیث میں اور ان احادیث میں جو قریش کو امامت کے لئے مخصوص
کرتے ہیں تعارض نہ ہو یا ان کہیں کہ یہ فرضی طور پر مبالغہ کیا گیا ہے اسلئے کہ
حقیقتہً غلام بالاتفاق امام نہیں ہو سکتا۔ دوسری شرط اختلافی امام کا نامی ہونا
ہے اسکو شیعوں شرط ٹھہراتے ہیں تیسری شرط یہ ہے کہ وہ مسائل اصول و
فروع کو دم نقد جانتا ہو نہ صرف ملکہ رکھتا ہو۔ امامیہ نے یہ چوتھی بھی شرط کی ہے کہ
امام صاحب معجزہ ہو جس سے اسکے دعویٰ کی تصدیق ہو۔ ان شروط کے ناجائز
ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم عقربہ صدیق اکبر کی خلافت بدلائل ثابت کریں گے
جنہیں یہ شرطیں بائی نہیں لیکن یہاں چوتھیں شرط یہ ہے کہ امام معصوم ہو۔
یہ شرط امامیہ اور اسماعیلیہ نے لگائی ہے اور اسکا ابطال بھی اس سے ظاہر
ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت بدلائل ثابت ہے اور وہ معصوم
نہ تھے۔

شرح مقاصد میں بھی ان شروط و صفات امامت کو تسلیم کیا ہے اور امیر

فان قيل لو وجب نصب الامام لزم
اطباق الامم في اكثر الاعصار
على ترك الواجب لانفا الامام
المتصف بما يجب من الصفات
سيما بعد انقضاء الدولة العباسية
واللازم منتف لان ترك
الواجب معصية وضلالة والامة
لا تجتمع على الضلالة قلنا اشياء لزم
الضلالة لو تركوه عن قدرتي وخيار
لا يجوز اضطرار (شرح مقاصد)

یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ ایسی صفات
کا امام تو ایک مدت سے رجب سے کہ
خلفاء عباسیہ کی خلافت تمام ہوئی
ہے، معتقد ہو چکا ہے پھر اگر ایسے
امام کا مقرر کرنا مسلمانوں پر واجب
ہے تو امت محمدیہ کا تارک واجب اور
گناہگار ہونا لازم آیا۔ پھر اسکا نہیں
جواب دیا ہے کہ امتہ کا گناہگار یا تارک
واجب ہونا تب لازم آتا جبکہ وہ قدرت
واختیار کے ساتھ امام مقرر نہ کرتے جب وہ
ایسے امام کے مقرر کرنے سے عاجز و ناچار ہیں تو وہ تارک واجب و گناہگار کیونکر

ہو سکتے ہیں ؟

اس زمانہ میں ایک عالم الجہاد شیخ ابو حفص محمد بن ابی احمد
المیدنی الحسینی نے ایک کتاب موسوم بحسن المسامحی الی الصبح العجیۃ
والراحمی احکام امام و رعیت میں تالیف کی ہے جو بہت سارے مطالب پر مشتمل
ہو رہا ہے۔ اگرچہ میں طبع ہو کر شائع ہوئی ہے اس میں بھی اسی تفصیل سے شروط
امامت کو بیان کیا اور دلائل قرآن حدیث سے ان کا ثبوت بھی پیش کیا ہے۔

ایسا ہی اور مشکل میں و محدثین متقدمین و متاخرین نے ان شرط کو بیان کیا ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے اسکا ثبوت دیا ہے۔ علی الخصوص قریش نے امام کی شرط کہ اس کی ثبوت پر کتب حدیث میں بہت زور دیا گیا ہے۔ لہذا ہم بھی اسکی تائید میں چند احادیث و اقوال محدثین کو نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ سے نقل کیا ہے۔ امام (خلفاء) قریش سے ہونگے

(۱) الإمامة من قریش (امام احمد)

طبرانی ابویعلیٰ)

(۲) الامام فی قریش (توسمی)

(۳) الخلافة فی قریش (امام احمد)

(۴) الامراء من قریش ابرارہا اعرارہ

ابرارہا و تجارہا اعرارہا و البزار)

(۵) الخلفاء شیخ جلال الدین سیوطی

(شافعی)

(۶) الناس تبع لقریش فی هذا الشأن

مسلم مسلم و کافرہم کافرہم

(صحیح مسلم جلد ۲)

(۷) لا يزال هذا الامر فی قریش مابقی

یا ہونے چاہئیں۔ اور آپؐ نے فرمایا

ہے چنانچہ ابو ہریرہؓ نے نقل کیا ہے

ملک یعنی خلافت چنانچہ عقبہ بن عبد

کی روایت میں آیا ہے (قریش کے لئے

ہے اور آپؐ نے فرمایا ہے (چنانچہ

حضرت علی مرتضیٰ نے روایت کیا

ہے، امیر قریش سے ہیں (یا ہونے

چاہئیں) نیکو کار نیکوں کے لئے بدکار

بدکاروں کے لئے۔

اور آپؐ نے فرمایا ہے (چنانچہ ابو ہریرہؓ

نے آپ سے نقل کیا ہے کہ لوگ اس

امر (خلافت) میں قریش کے تابع ہیں۔
مسلمان مسلمانوں کے کافر کافروں کے
(۴) اور آپ نے فرمایا ہے چنانچہ حضرت عبداللہ
بن عمرؓ نے نقل کیا ہے یہ امر (خلافت)
ہمیشہ قریش کے لئے رہے گا (یعنی)

من الناس اثنان۔ (مسلم و
بخاری ج ۱۰ واللفظ مسلم)
(۵) ان هذا الامر فی قریش لا یعادیم
احدا الا کلبہ اللہ علی وجہہ ما اقاموا
الدین (بخاری ج ۱۰)۔

وہی اسکے مستحق ہوں گے جب تک کہ وہ آدمی بھی دنیا میں رہیں *
اور آپ نے فرمایا ہے (چنانچہ امیر معاویہؓ نے آپ سے نقل کیا ہے) یہ امر
(خلافت) قریش میں رہے گا۔ جو کوئی ان سے دشمنی (یا مقابلہ) کرے گا خدا اسکو
مرنہ کے بل ڈالے گا جب تک کہ وہ دین کو قائم نہ کریں گے۔

صحیح مسلم کی شرح میں امام نوویؒ نے فرمایا ہے یہ حدیثیں اور جو انکی
مثال میں اہبات پر دلیل ہے کہ خلافت قریش سے مخصوص ہے بجز قریش
کسی کے لئے عقد خلافت جائز نہیں ہے اس پر صحابہ کے زائد میں اور ان کے

بعد اجماع ہو چکا ہے اور جسے المہدیت
(خوارج و معتزلہ) سے اس میں اختلاف
کیا ہے وہ بجماع صحابہ و تابعین
احادیث صحیحہ سے مغلوب ہے قاضی
عیاضؒ نے فرمایا ہے کہ امام کے قریشی

هذه الاحادیث و اشباہا دلیل ظاہر
ان الخلافة مختصة بقریش لا یجوز
عقدہا لاحد من غیرہم و صلے هذا
انعقد الاجماع فی زمن الصحابة و
وکذا بعدہم و من خالف فیه من

اهل البدع او عرض بخلاف من غیرهم
 فهو محجوب بالجماع النصیحة والنابعین
 فمن بعدهم بالاحادیث الصحیحة
 قال القاضی اشترط ان یتفقوا فی
 مذهب العلماء كافة قال وقد اجمعت
 ابوبکر وعمر علی ان نصاری المسیقین
 فلم ینکر احد قاضی القاضی وقد
 عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم
 ینقل عن احد من السلف فیها قول
 ولا فعل بخلاف ما ذکرنا وکذا من
 بعدهم فی جمیع الاعضاء قال ولا
 اعتدای بقول النظام ومن وافقه من
 الخوارج واهل البدع انه یجوز کونه من
 غیر قریش ولا بسخافة ضرار بن عمرو
 فی قوله ان غیر القرشی لیسوا من البیط و غیرهم
 یقدم علی القرشی لیسوا من خلعہ ان
 عوض منه امر هذا الذی قاله من

ہونے کی شرط تمام علماء کا مذہب ہے
 اس سے ابوبکر صدیق جتنے سقیفہ کے
 دن استدلال کیا تو کسی نے اسکو رد
 نہیں کیا قاضی عیاض نے فرمایا ہے
 کہ اس مسئلہ کو علماء نے اجماعی مسائل
 سے شمار کیا ہے اور سلف و خلف سے
 اسکا مخالف کوئی قول یا فعل منقول
 نہیں ہوا۔ اور فرمایا ہے کہ نظام
 (معتزلی) اور اسکے ہم مذہب خارجون
 اور بدعتیوں کے اس قول کا غیر قریش
 بھی امام ہو سکتا ہے کچھ اعتبار نہیں
 ہے۔ اور نہ ضرار بن عمرو کی اس حالت کا
 اعتبار ہے جو اسکے اس قول میں پائی
 جاتی ہے کہ غیر قریش (نبطی وغیرہ)
 امام ہو تو وہ قریش سے مقدم ہے۔
 کیونکہ اسکو خلافت سے برطرف کرنا
 اسان ہوتا ہے جب اس سے کوئی امر

موجب برطرفی سرزد ہو اسکا یہ قول
باطل ہے اور ملحق اور تمام مسلمانوں کے
بر خلاف ہے۔

باطل القول وزحرفہ مع ما ہو علیہ
من مخالفتہ اجماع المسلمین۔ واللہ اعلم
(شرح مسلم نووی ج ۱۱ جلد ۱۲)

عمدۃ القاری اور فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ امام قرطبی نے
فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول کہ
خلافت قریش میں رہیگی خلافت کے
حکم شرعی کا بیان ہے کہ بجز قریش خلافت
کسی کے لئے صحیح نہ ہوگی جب تک کہ کوئی
ایک ان میں سے موجود رہے گا۔

قال القرطبی في الحديث خبر عن
المشروعية أي لا ينعقد الإمامة إلا بقریش
القریش مما وجد منهم أحد فكانت
جنتهم إلى انه خبر عن الأئمة (عینی و
فتح الباری)

ان کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس خبر کے سمجھنے اور ہول کی طرف
مائل ہوئے ہیں۔

اس تفصیل سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گا کہ امام جبکہ اس حدیث میں شرط
جہاد یا سپر ٹہرایا گیا ہے کسی کو کہتے ہیں اور اس میں کن کن شرائط و اوصاف
کا ہونا ضروری ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گا کہ ایسا امام اکل
کیا ایک مدت سے روی زمین سے مفقود ہے اور آئندہ بھی منقطع طاعن
اسباب و حالات اسکا موجود ہونا مشکل نظر آتا ہے گو خداوند کریم کی قدرت میں
سب کچھ ہے۔

مسلمانوں کے بحالت ناجاری بلا امام رہنے اور مہذبہ مذاکناہ
گاریا ناقص الایمان نہ ہونے پر دلیل بر حدیث ہے جو امام بخاری نے
اپنی کتاب میں اس عنوان کہ جب مسلمانوں کی کوئی جماعت نہ ہے کہے باب میں
حدیث سے نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا۔ لوگ آنحضرت صلعم سے پہلائی کا

حال پوچھتے تھے میں آپ سے بُرائی کا
حال پوچھتا رہا اس ڈر کے مارے کہ
وہ بُرائی مجھ سے آگے مینے پوچھا یا رسول
اللہ ہم ایک زمانہ جاہلیت (کفر) اور
بُرائی میں ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ نے یہ
خیر (اسلام) لایا اس خیر کے بعد بھی
بُرائی آنے والی ہے؟ آنحضرت صلعم
نے فرمایا ان سنیئے عرض کیا اس
بُرائی کے بعد بھی خیر آئے گی آپ نے
فرمایا ان پر اس میں دھندلا پن ہوگا۔
میں نے عرض کیا وہ کیا ہے؟ آپ نے
فرمایا ایسی قوم پیدا ہوگی جو میری راہ
کے بغیر اور راہ چلے گی۔ ان میں تم

باب کیف الامراء الم تمكن جماعة حدثنا
محمد بن المنقذ قال حدثنا الوليد بن
مسلم قال حدثنا ابن جابر قال
حدثني بسر بن عبد الله الحضرمي
انه سمع حذيفة بن اليمان يقول
كان الناس يسمعون رسول الله صلى
الله عليه وآله وسلم عن الخبير
وكنت اسأله عن الشرخافة ان يدرى
فقلت يا رسول الله صلعم انا كنا في
جاهلية وشرخاءنا الله هذا الخبير
فهل بعد هذا الخبير من شر قال نعم
قلت وهل بعد ذلك الشر من خبير
قال نعم وفيه دخن قلت وما دخنه

قال قوم یہ دون بغیر ہدیہ تعریف
منہم و تنکر قال قلت فربل بعد ذلک
الخیر من شر قال نعم دعاء سے
ابواب جہنم من اجابہم لیرہا قد فوہ
فیرہا قلت یا رسول اللہ صغیر لہما قال
ہم من جلد تنار و یتکلمون بالانتفا
قلت فما تاسرفی ان ادر کفی ذلک قال
لکن جماعۃ المسلمین و امامہم قلت فان
لم یکن ام جماعۃ ولا امام قال فاعزل
تلك الفیق کلہا و لون نقص باصل
شجرۃ حتی یدرکک الموت و انت
علی ذلک - (صحیح بخاری ط ۱)
صحیح مسلم ج ۲ و خیابہ

اچھی باتیں بھی یاد گے بری بھی - یعنی
عرض کیا اس خیر کے بعد بھی برائی
ہوگی آپ نے فرمایا ان دونوں کے
دروازہ پر جلائے دے لوگ ہونگے
جسے ان کا کہنا مانا اسکو وہ جہنم میں
پھینک دیں گے - میں نے عرض کیا یا رسول
اللہ آپ ان کا کچھ حال بیان فرمادیں
آپ نے فرمایا وہ ہم میں سے ہونگے
اور ہماری ہی بولی بولیں گے ایسے
کلمہ اسلام کہیں گے میں نے عرض
کیا یا رسول اللہ آپ کیا حکم دیتے ہیں
اگر مجھ پر وہ دن آئے آپ نے فرمایا
تم مسلمانوں کی جماعت اور امام کرنا

ہو جاؤ - میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر کوئی جماعت اور امام نہ ہو تو آپ نے
فرمایا کہ پھر سب فرقوں سے کنارہ ہو جائیو اگرچہ درخت کی جڑ دانت سے
کھائے (یعنی کھانے کے لئے جڑ درخت کچھ نہ ملے) اسی پر مسو بہا تک کہ
تجھے موت آئے +

مسئلہ ہفتم و نہم و دہم کے نتائج

(۱) اکثر اوقات جو بعض نادان واقف مسلمان بلاجمیعت و سامان سوچا پس بلکہ دس بیس بلکہ دو چار آدمی ملکر اپنے سے وہ چند مخالفین مذہب پر حملہ کرتے ہیں۔ اور اپنی کمی اور بے سامانی کے سبب شکست کھا کر پس پا ہوتے ہیں اور بعض اسی میں پاری جاتے ہیں ان کا یہ فعل جہاد نہیں ہے سراسر فساد ہے خواہ اس میں باقی شر و طہ جہاد موجود بھی ہوں اور کوئی مانع خیر موافق مذکورہ سابق تحقق نہ ہو۔

بعض سرحدی نادان نادان واقف از احکام اسلام و قرآن تنہا ایک سیرا یا شتر پانہ کر غازی یا شہید ہونے کی نیت سے چل پڑتے ہیں اور کسی کمیٹ یا چھاونی انگریزی میں پہنچ کر کسی افسر یا فوجی ملازم کو مار ڈالتے ہیں پھر اسکی سزا میں جھانسی پاتے ہیں یہ اور بھی فساد و بغاوت اور عناد ہے۔ ایسی صورتوں سے اپنی جان کو ہلاک کرنا حرام موت مرنا ہے۔ اور ہشت کی خوشیوں سے محروم رہنا۔ اور ایسے فسادوں کو جہاد سمجھنا اور اس میں شہادت کی ہوس کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے۔

(۲) شرعی جہاد تب ہی مفقود ہے جب سے شرعی امامت و خلافت دنیا سے مفقود ہوئی ہے۔ بنا علیہ پچھلے سلاطین اسلام (جو قرشی نہ تھے اور نہ دوسری

شرائط و اوصاف امامت ان میں پائے جاتے تھے انکی لڑائیوں کو جو بنام
 نہاد جہاد انہوں نے کین میں شرعی جہاد نہیں کہا جاسکتا +
 یہ نتیجہ فقہاء و محدثین متقدمین و متاخرین میں مسلم ہے۔ گو اس کی دلیل
 انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ ان کی غرض اس جہاد سے وہ نہ تھی جو شرعی
 جہاد سے غرض سے۔ (دیکھو تاریخ عجائب المقدسہ تاریخ الخلفاء۔ رسالہ منصب امامت
 مولوی محمد اسماعیل مرحوم دہلوی اور بدر طالع قاضی محمد بن علی شوکانی وغیرہ تصانیف
 متقدمین و متاخرین)۔

ان دو نتیجوں سے یہ ایک اور نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی
 شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے۔ کیونکہ اسوقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام
 موصوفہ بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت و
 جمیعت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفین پر قہیاب ہونے کی امید
 کر سکیں +

ہم جب کہیں بعض اخبارات میں یہ خبر دیکھتے ہیں کہ سلطنت روم یا ریاست افغانستان
 وغیرہ بلاد اسلام سے جہاد کا اشتہار دیا گیا ہے تو ہلکے سخت تعجب ہوتا ہے کہ
 اس خبر کا یقین نہیں آتا۔ اور یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسوقت روم کے زمین پر
 امام کہاں ہیں جسکی پناہ میں اور اسکے امر و اجازت سے مسلمان جہاد کر سکیں
 اور ایسی جمیعت و شوکت کسکو میسر ہے جس سے وہ اپنے دشمنوں اور مخالفین پر

معتیاب ہونے کی امید رکھیں۔

۳۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت کہ انہیں نہ کوئی امام ہے اور نہ جمیعت مسلمان جہاد انکو حاصل دے رہا ہے۔ بالکل قابل اطمینان ہے۔ علی الخصوص حالت مسلمان ہند (جنکو موجودہ سلطنت کے ظل حمایت میں مذہبی آزادی پوری حاصل ہے) اور بھی علمائیت بخش ہے اس حالت پر نہ مسلمانوں کو اپنے دین کے نقصان و گناہ کا خوف کرنا چاہیے اور نہ ان کے حاکم وقت برٹش گورنمنٹ کو ان کی طرف سے یہ خوف رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی اس حالت کو نقصان و گناہ کی حالت سمجھ کر اس حالت کو بدلانے اور اپنے لئے کوئی امام یا مسلمان جہاد بھیج دیتے ہیں۔ سچی کریں گے۔ اور کبھی نہ کبھی گورنمنٹ کے مخالف ہو جائیں گے۔ یہ خوف فریقین کا اس وقت بجا تھا جبکہ جہاد اسلام کا اصلی فرض ہوتا اور تقرر امام کے سوا مسلمانوں کا اسلام صحیح یا کامل نہ ہوتا۔

اور جبکہ ان باتوں کی اس سال میں اول و آخری مسئلہ میں بخوبی نفی ہو چکی ہے تو اس خوف کا مسلمانوں یا گورنمنٹ کو کون سا موقع و محل ہے۔

یہ مسئلہ جہاد کے متعلق اسلام و اہل اسلام کے علمی خیالات ہیں۔ رہی ان کے عملی حالات اور تاریخی واقعات کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام اور ان کے پیروان کرام کا عمل ان خیالات کے مطابق کیونکر رہا ہے۔ اور ان کی اڑائیوں اور چڑائیوں میں ان شروط و مسائل کا تحقق کیونکر ہوا ہے اسکی تفصیل ہمیں

رسالہ کے دوسرے حصے میں کرینگے۔ اگر توفیق الہی فیت ہوتی ♦

ان سبیل عشرہ سے جو اس حصہ میں بیان ہوئی ہیں جاری وہ دو فرضین جنگو ہم شرع و رسالہ میں بیان کرچکے ہیں بخوبی حاصل ہونگے۔

تاوقت مسلمانوں کو ان سبیل کے پڑھنے سے یہ علم ہوگا کہ جہاد کی بنا صرف مذہبی مخالفت پر نہیں ہے اور ہر ایک مخالف مذہب سے بلا تحقیق شرط جہاد جائز نہیں۔ علی الخصوص ان مخالفین مذہب سے جو جنگی خلعت میں مسلمان ترین یا ان کے ساتھ ملکر یا امن عمر سپر کریں ♦

اور اقوام غیر کو اگر وہ اس رسالہ کو انصاف سے پڑھیں یہ یقین ہوگا کہ صرف مخالفت مذہبی سے مخالفین مذہب سے لڑنا۔ اور انکو زیر وستی مسلمان بنانا اور بزرگ شمشیر اسلام پھیلانا اور سلطنت مخالف مذہب کی اطاعت سے خارج ہو جانا اور سلطنت غیر مذہب کے زیر سایہ رہ کر اسکی بغاوت کا خیال دلین لانا وغیرہ وغیرہ اسلام و سچے پیروان اسلام کا کام نہیں ہے۔

ہم علماء مذہب غیر سے جو اسلام کی نسبت ایسے خیالات ظاہر فرما چکے ہیں بکمال ادب و اخلاص درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس حصہ رسالہ کو غور و انصاف سے ملاحظہ فرمادیں پھر اگر اسکو حق و راستی پر مبنی یقین تو اسکی تصدیق و تسلیم سے ہکو اپنا مسنون بنا دیں اور اگر اسہیں کوئی غلطی یا دین تو چھو اسپر آگاہ کریں فقط

ناشر مکتبہ الجمال چک ۸۳۳ تحصیل خانیوال ڈاکٹر جہانیاں منڈی ضلع ملتان سے